تحریک خدائی خدمتگار

یعنی

خان عبدالغفار خان

کی

تقاریر اور مضامین کا مجموعہ

معہ

سوانح حیات

مولفہ

خان غازی کابلی

پبلشرز:- نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لاہور

فہرس

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
١	انتساب	٣	١٧	افغان پارک پشاور میں	٧١
٢	عرض حال	٤	١٨	قرارداد وردہا کی وضاحت	٧٥
٣	پیش لفظ	٦	١٩	قومی مرکز دریاب	٨٣
٤	دیباچہ	٧	٢٠	پٹھانوں سے خطاب	٩١
٥	فخر افغان خان عبدالغفار خان	١١	٢١	پٹھان آزادی پسندوں کیساتھ ہیں	٩٩
٦	ہزاری باغ جیل سے رہائی کے بعد	٢٦	٢٢	میرا بھائی وزیر نہیں بن سکتا	١٠١
٧	خدائی خدمتگاروں کا حلف نامہ	٣١	٢٣	جیل کی کہانی فخر افغان کی زبانی	١٠٣
٨	خان عبدالغفار خان لاہور میں	٣٣	٢٤	پشاور پولیٹیکل کانفرنس	١٠٧
٩	فخر افغان کراچی میں	٣٧	٢٥	یہ پنجاب ہے پرے ہی رہو!	١١٧
١٠	میری دوستی	٤٠	٢٦	کشمیر نیشنل کانفرنس	١٢٣
١١	آزادی کا خواب!	٤٧	٢٧	شہیدان ٹکر کی یاد میں	١٢٩
١٢	انقلاب کیلئے تیار رہنا چاہیئے	٤٨	٢٨	سچے خدائی خدمتگار بنو!	١٣٩
١٣	مجھے سرحدی گاندھی نہ کہو	٤٩	٢٩	خدائی خدمتگاروں کو کیا کرنا چاہیے	١٤٣
١٤	اینٹی کمیونل کانفرنس لاہور	٥١	٣٠	قضیۂ پنجاب	١٤٧
١٥	سچے خدائی خدمتگار کی پہچان	٥٩	٣١	مرکز کی اہمیت	١٥٩
١٦	انقلاب آرہا ہے ہشیار باش	٦٤	٣٢	فخر افغان کی شخصیت	١٦٤
			٣٣	پٹھان صاف گو ہیں	١٧٥
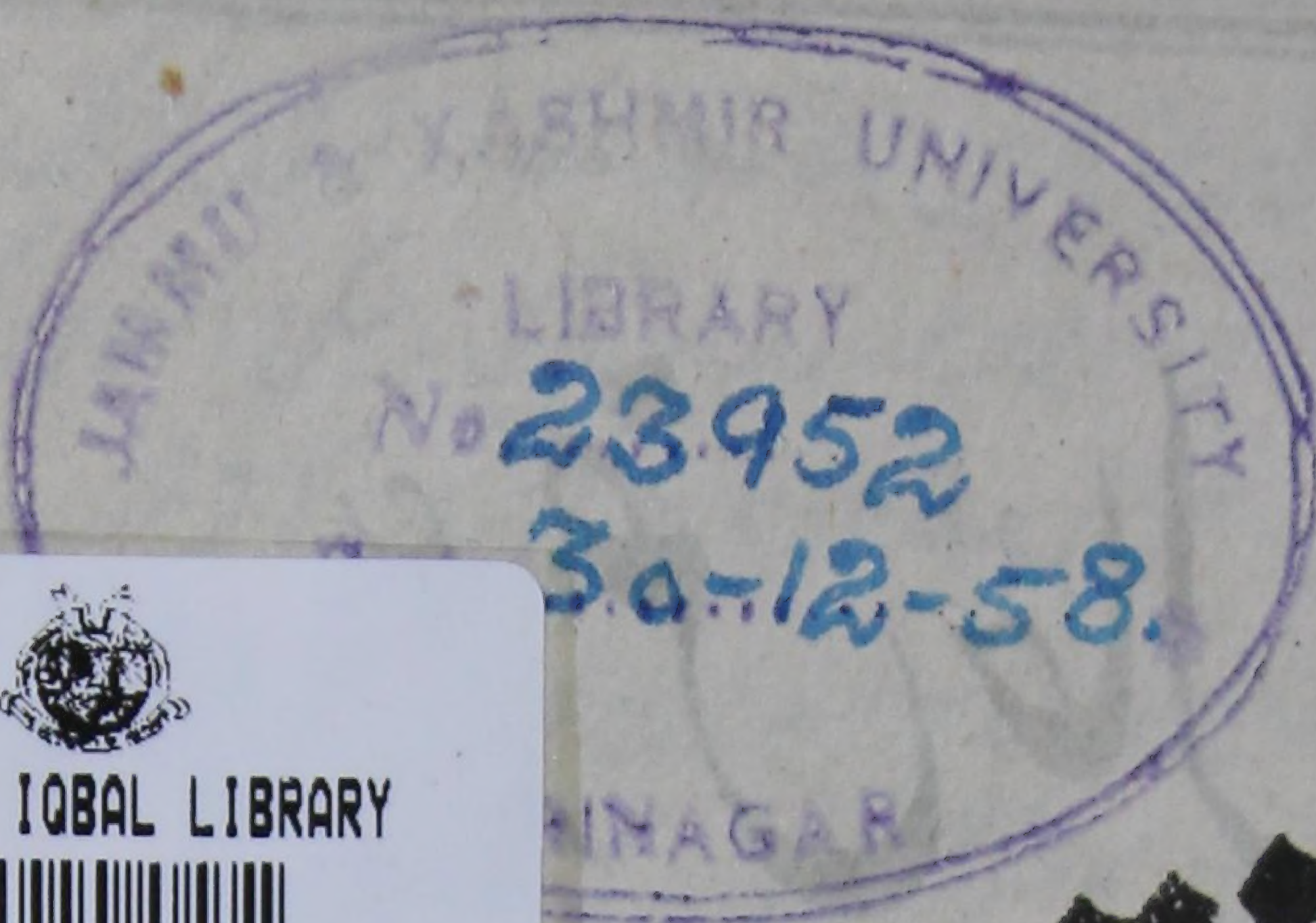
اِنتساب

مَیں اپنی اس تالیف کو ان خدائی خدمتگار مجاہدوں سے منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے فخرِ افغان خان عبدالغفار خان کی رہنمائی میں آزادی کی خاطر پُرامن جدوجہد میں حِصّہ لے کر ہر قسم کا تشدّد برداشت — اور جامِ شہادت نوش کیا۔

(خان غازی کابلی)

عرضِ حال

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

مجھے اپریل ۱۹۴۳ء میں برادر حریت ویریندر ایم۔ اے نے سرحد بھیجا۔ تاکہ میں "پرتاپ" کے لئے سرحد کی پولٹیکل شخصیتوں کے حالات لکھوں اس وقت میں نے دیکھا۔ کہ اگرچہ خدائی خدمتگاروں کو فخر افغان سے بے پناہ عقیدت ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی نے فخر افغان کے حالات زندگی اور ارشادات کتاب کی صورت میں مرتب کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اخباروں میں آپ کی متفرق تقریریں مل سکتی ہیں۔ لیکن جب تک ان تقریروں میں ربط نہ ہو۔ پڑھنے والا ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس سے مجھے فخر افغان کے حالات زندگی اور ارشادات مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن جنگ کے حالات نے اس ارادہ کو جامہ عمل نہ پہننے دیا۔ جنگ ختم ہوئی۔ تو لالہ نرائن دت سہگل سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس کی اشاعت

وطباعت کی ذمہ داری لی۔ چنانچہ میں نے سرحد کے دوستوں کو لکھا۔ کہ کوئی تقریر فخر افغان کی ان کے پاس موجود ہو۔ تو ارسال کریں۔ لیکن افسوس کسی دوست نے میری آواز پر توجہ نہ کی۔ آخر میں نے خود ہی ان تقریروں کو ترتیب دے لیا۔ جو میرے پاس محفوظ تھیں۔ اس سلسلہ میں برادرم غلام جان طاہر خیلی مدیر معاون "نوجوان سرحد" ہری پور کا شکر گذار ہوں۔ کہ اُنہوں نے فخر افغان کا رسالہ "پختون" بھیجا۔ جس سے میں نے "پشتو" کی تقریروں کو اُردو جامہ پہنا کر شامل کتاب کیا۔ اسی طرح مسٹر برلودھ چندر جی ایم۔ اے بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اپنی یادداشت سے فخر افغان کی ایک اہم تقریر کا پتہ دیا اور میں نے اسے تلاش کر کے اس مجموعہ میں شامل کر دیا۔ اُمید ہے کہ آزادی کے طلبگار اس مختصر مجموعے کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

تیری رحمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ مَیں نے چُنے ہیں ان کے دامن کیلئے

قارئین اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پہ پیش نظر رکھیں کہ فخر افغان کی عزت، شہرت اور اثر آتش بیان خطیب کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ خلوص و ایثار اور سادگی کی وجہ سے ہے اس لئے آپ کی ان تقریروں میں خطابت کے کمالات اور جوش انگیز چیزیں نہیں۔ صرف ایک ہی بات کو مختلف الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ خدائی خدمتگار کیا ہیں؟ اور ان کی زندگی کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے۔

۱۰ر ستمبر ۱۹۴۵ء مصری شاہ — خان غازی کابلی

"پیش لفظ"

مشہور سوشلسٹ لیڈر کامریڈ یوسف مہر علی سابق میئر بمبئی کارپوریشن سے راقم نے درخواست کی تھی کہ وہ فخر افغان کی تقاریر کے اس مختصر مجموعہ کا "پیش لفظ" تحریر فرمائیں۔ اس کے جواب میں ایک پوسٹ کارڈ بزبان انگریزی موصول ہوا ہے۔ جس میں کامریڈ کشن صاحب نے کامریڈ یوسف مہر علی صاحب کی طرف سے عذر علالت کو پیش کیا ہے۔ میں اسی معذرت کو "پیش لفظ" کی حیثیت سے کتاب میں شامل کرتا ہوں۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے۔

کانگریس ہاؤس بمبئی
۲۰ ستمبر ۱۹۴۵ء

پیارے کامریڈ کابلی

مسٹر یوسف مہر علی صاحب چونکہ بیمار ہیں۔ اس لئے میں ان کی طرف سے خط کا جواب دے رہا ہوں۔ آپ کی کتاب پر "پیش لفظ" لکھنا ان کے لئے دلی مسرت کا باعث ہوتا۔ لیکن خرابی صحت کے باعث اس وقت یہ بات خارج از بحث ہے۔ ساڑھے تین مہینے سے ان کو بستر میں بھی اُٹھ کر بیٹھنے کی اجازت۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔ وہ آپکو سلام کہتے ہیں۔ اور آئندہ بھی آپکی خیریت معلوم کرا کے خوش ہونگے

دیباچہ

(از قلم دیوان بھنجول رام گاندھی وزیر مالیات صوبہ سرحد)

خان عبدالغفار خان (جن کو عوام "باچا خان" کے پیارے نام سے یاد کرتے ہیں) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ کون ہندوستانی ہے جو اُن کو عزّت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ملک کا کونسا گوشہ ہے جس میں اُن کو محبّت سے یاد نہیں کیا جاتا۔ مجھے پہلا سماعی تعارف اُن سے پہلی جنگ عظیم کے بعد ہُوا۔ اس زمانہ میں انگریزی شہنشاہیت ہندوستان میں قومیت کی بڑھتی ہوئی لہر کو سخت گیری سے دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ برطانی سامراج کی یہی سخت گیری تھی جس کی بدولت جلیانوالہ باغ امرتسر میں بے شمار ہندوستانی گولیوں کا نشانہ بنے۔ اور انہی بیگناہوں کے گرم خون نے نوجوانوں کے دلوں میں حب الوطنی کی آگ بھڑکا دی۔ سویا ہُوا ہندوستان جاگ اُٹھا۔ اور اس کے جاگتے ہی وہ طوفان برپا ہُوا جس نے انگریزی شہنشاہیت کی بنیادیں ہلا دیں۔ ان ہلتی ہوئی بنیادوں کو نہ انگریز مدبّروں کی تدبیریں ٹھہرا سکیں۔ نہ مشین گنوں کی گولیاں۔ انڈین نیشنل کانگریس جو اس سے پہلے آرام طلب سیاستدانوں اور قرار دادیں منظور

کرنے والے مقرروں کی جماعت تھی۔ حکومت کے تشدد کے نتیجہ میں ایسے بہادروں کی جماعت بن گئی۔ جو ملک اور قوم کی عزت کے لئے پروانوں کی طرح جان قربان کرتی ہے۔ نیشنل کانگریس نے آزادی کا پیغام ملک کے ہر ایک گوشے میں ایسی تیزی سے پہنچایا۔ کہ اس کی کایا پلٹ گئی۔ اور ہر ایک ہندوستانی کا دل آزادی کی لگن سے تڑپ اُٹھا۔

حکومت نے لاکھوں ہندوستانیوں کو حب وطن اور خواہشِ آزادی کی بنا پر قید خانوں میں ٹھونس دیا۔ انہی قیدیوں میں باچا خان بھی شامل تھے جنہیں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قید خانے کی ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ باچا خان نے قید کا زمانہ جس ضبط و تحمل سے گذارا۔ اور جس صبر و سکون سے اسیری کی مصیبتیں برداشت کیں۔ اس کا حال صرف انہی لوگوں کو معلوم ہے جو ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قید خانہ میں محبوس تھے۔

باچا خان سے میرا ذاتی تعارف ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ جب مجھے تحریک آزادی میں حصہ لینے کی بنا پر دس ماہ کے لئے ان کے ساتھ گجرات سپیشل جیل میں بند کر دیا گیا۔ اس وقت میں نے باچا خان کی سیرت کا مطالعہ قریب سے کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اخلاص و اخلاق میں ان کا درجہ اس سے بلند تر ہے۔ جس کا تصور میں سنی ہوئی باتوں کی بنا پر کیا کرتا تھا۔ اس زمانہ کی یاد میرے دل میں اب تک تازہ اور وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب باچا خان یا تو لالہ شام لال (جو وفات پا چکے ہیں) کی ہسٹری کلاس میں جایا کرتے تھے یا جہلم کے لالہ اوتار نارائن کے ساتھ اقتصادی مسائل پر مذکرات

کرتے تھے۔ یا مجھ سے مشاہیر عالم کے حالات زندگی سن کر ان کے نوٹ تیار کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی پنڈت جگت رام ہریانوی سے گیتا سنتے تھے۔ اور کبھی آپ اپنے ساتھیوں اور دیگر قیدیوں کو قرآن شریف کا درس دیتے تھے۔ صبح اُٹھتے اور مجھے بازو سے پکڑ کر جیل کے چکر میں ہوا خوری کے لئے لے جاتے۔ (بازو سے پکڑ کر اس لئے کہ میں ورزش یا صبح کی سیر کا عادی نہ تھا) چرخہ کاتنا اُن کے روزانہ پروگرام میں شامل تھا غرض انہوں نے اپنی نظربندی کا ایک لمحہ بھی ضایع نہیں کیا۔ قید خانہ میں ان کی شخصیت سادگی کا نمونہ راستبازی اور خودداری کا مجسمہ تھی۔

"باچا خان" سے میرے تعلق کا تیسرا دور ۱۹۳۶ء میں شروع ہوا جب انہوں نے میانوالی سے رخصت ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خان میں سکونت اختیار کر لی۔ اور اسمبلی کے انتخاب میں کامیاب ہو کر ممبر بنا۔ اور کانگرسی وزارت کے برسراقتدار آنے کے بعد کابینہ میں شامل ہو گیا۔ وزارت کے دوران اور کانگرس ہائی کمانڈ کے حکم کے مطابق اس کے مستعفی ہونے کے بعد میں نے باچا خان کی رہنمائی میں بہت کام کیا۔ مختلف کیمپوں میں شامل ہوا۔ دیہات کے دورے کئے۔ جلوسوں اور جلسوں میں شرکت کی۔ اور اپنے چشم دید حالات کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ "باچا خان" نے قربانیوں اور خدمتِ خلق کے مخلصانہ جذبہ کی وجہ سے بلا لحاظ مذہب و ملت ہر شخص کے دل

میں ایک خاص جگہ پیدا کر لی۔ سب کے دلوں میں اُن کی ذات کے لئے عقیدت اور احترام کے جذبات موجزن ہیں۔ نامور ادیب محترم خان غازی کابلی نے اس کتاب کا دیباچہ لکھنے کی دعوت دے کر مجھے اپنے رہنما کے ساتھ اظہار عقیدت کا جو موقعہ دیا ہے۔ میں اس کے لئے اُن کا شکر گذار ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں۔ کہ باچا خان کی تحریروں اور تقریروں کا یہ نادر مجموعہ جو بڑی کاوش اور کوششوں سے مرتب کیا گیا ہے۔ نوجوانوں کو میدانِ عمل میں مشعلِ راہ کا کام دے گا۔

بھنجوں رام گاندھی
بنوں
۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۵ء

ګرانه کابلي خان

السلام علیکم ورحمت الله وبرکاته ـ تا ځما نه د خدائي
خدمتګار تحریک پوښتنه کړې ده ـ دا دے پر اخیره دا چه ډیره د
د تشریح محتاجه خو لږ یادا ـ لیکن پا لږو ټکو کښ
تاسو ته دا ښودل غواړم ـ چه خدائي خدمتګار
هغه سړے کیدے شي ـ چه څوک د بنی نوع انسان
د خدمت او ترقۍ د پاره ـ د خدائے د پاره بغیر
د یو غرض نه خدمت کوي ـ لیکن افسوس دے چه
د دے پاک تحریک نه هندوستانیان عموماً او مسلمانان
خصوصاً بے خبره دي ـ ستاسو مخلص عبدالغفار ـ

۲۵/۹/۴۵

پیارے کابلی خان ـ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ نے مجھ سے خدائی خدمتگار تحریک کیمتعلق دریافت کیا ہے یہ بات بہت زیادہ تشریح طلب ہے، لیکن چند لفظوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سچا خدائی خدمتگار وہ ہے جو بغیر کسی غرض کے بنی نوع انسان کی ترقی کیلئے خدمت کرے لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس پاک تحریک کی حقیقت سے عام ہندوستانی اور خاص طور پر مسلمان ناواقف ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فخرِ افغان

خان عبدالغفار خان

خان غازی کابلی

فخرِ افغان خان عبدالغفار خان

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج سے تقریباً تین سو سال پیشتر سرحد میں خوشحال خان خٹک نے غلامی کے خلاف آزادی کا علم بلند کیا۔ وہ شہنشاہ اورنگ زیب سے ٹکرائے۔ اور آخر کار گرفتار ہو کر احمد نگر، بے جاپور اور ہندوستان کے مختلف قلعوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے۔ اسی طرح آپ کے فرزند اور خاندان کے کئی لوگ بھی مظالم کا شکار ہوئے۔ افغان خوشحال خان خٹک کی ذات گرامی پر آج بھی فخر کرتے ہیں۔ اور آپ کو افغانوں کی تاریخ میں "ملی مشر" (یعنی قوم کے بڑے) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ خوشحال خان خٹک کے بعد احمد شاہ ابدالی نے افغانوں کے وقار کا جھنڈا بلند کیا۔ اور قوم نے اُن کو "احمد شاہ بابا" کا خطاب دیا۔ اس کے بعد زماں شاہ درانی اور کئی رہنما میدان میں آئے۔ لیکن اپنے مقاصد میں چنداں کامیاب نہ ہوئے۔ انگریزی ملوکیت کے عہد میں تین افغان رہنما میدان میں آئے۔ جن میں سے ایک

سید جمال الدین افغانی ہیں۔ جنہوں نے اپنی آتشیں تقریروں سے مشرق و مغرب میں آگ لگا دی۔ اور ملوکیت کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور دوسرے غازی امان اللہ خان ہیں۔ جن کی شمشیر خارا شگاف نے ۱۹۱۹ء میں افغانوں کو انگریزی سامراج کے پنجۂ اقتدار سے آزاد کیا۔ اور دنیا کی آزاد اور سربلند قوموں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

خان عبد الغفار خان

تیسری بلند مرتبہ ہستی خان عبد الغفار خان کی ہے۔ جنہیں قوم نے اپنی انتہائی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر "بادشاہ خان" اور "فخر افغان" کے خطابات دے رکھے ہیں۔ خان موصوف کی عمر اس وقت ۵۵ سال کے قریب ہے۔ آپ یوسف زئی پٹھانوں کے محمد زائی قبیلے سے ہیں۔ آپ کے والد بہرام خان اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپ کا گاؤں اتمان زئی پشاور سے مغرب میں ۲۰ میل پر واقع ہے۔ مجھے آخر جولائی ۱۹۴۲ء میں آپ سے بمقام چارسدہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اس وقت چارسدے میں دریائے جنڈی کے کنارے خدائی خدمتگاروں کا کیمپ لگ رہا تھا۔ اس کیمپ میں تین روز رہا۔ اور میں نے فخر افغان کی زندگی کا مطالعہ کیا۔ جہاں مجھ پر دو باتوں کا انکشاف ہوا۔ اول یہ کہ خدائی خدمتگاروں کی تحریک سرحد کے کسی ایک فرقے تک محدود نہیں۔ بلکہ یہ تحریک تمام سرحدی باشندوں کی ہے۔ جس میں ہندو اور مسلمان سب شامل ہیں۔ میں نے اسی کیمپ میں ہندو خدائی خدمتگاروں کی ایک جماعت

کو دیکھا جن کے ساتھ خان عبدالغفار خان نے تصویر بھی کھچوائی - ان ہندوؤں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ شنو بھارام لکی مروت - کنور بھان کلاچی۔ ٹھیل داس خٹک گنیشداس پہاڑ پور۔ بھگوانداس لکی مروت - مانکچند کوہاٹ - کالورام شاعر بنوں۔ گوپی چند پشاور اودھم لال کوہاٹ اور لالہ کشن چند وغیرہ - دوسری یہ کہ خان عبدالغفار خان کا دل جذبۂ انتقام سے خالی نظر آیا۔ آپ کے والد بہرام خان بھی دشمنوں سے انتقام لینا نہیں جانتے تھے۔ خان عبدالغفار خان کے والد بہرام خان کو انگریزوں نے سینکڑوں ایکڑ زمین دے کر جاگیردار بنایا تھا۔ اور انگریزوں سے اُن کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ علاقے کے انگریز افسر اُن کو "چچا" کہا کرتے تھے۔ بہرحال اتمان زئی کے لوگوں نے اور بہرام خان نے انقلاب ۱۸۵۷ء کو ناکام بنانے میں بڑی مدد دی تھی۔ یہ قدرت کی نیرنگی ہے۔ کہ اسی خاندان میں عبدالغفار خان جیسا حریت طلب پیدا ہوا۔ خان عبدالغفار خان طویل القامت اور قوی ہیکل انسان ہیں۔ چہرہ دُبلا ہے - آنکھیں سرخ اور آتشیں ہیں۔ چہرے اور روشن آنکھوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ زندگی کو کھیل نہیں بلکہ ایک حقیقت تصور کرتے ہیں۔

زندگی میں انقلاب

آپ کی زندگی میں کس طرح انقلاب آیا۔ اور آپ کی زندگی پر کس بات نے اثر کیا۔ اس کے متعلق دوستوں اور دشمنوں نے مختلف رائیں قائم کی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں پادری نے آپ کی زندگی پہ اثر ڈالا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ

مہاتما گاندھی نے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان پر اثر ڈالا ہے۔ تو صرف اُن کے والد صاحب نے یا سرحد کے غلامی کے ماحول نے۔ اور اب یہ حالت ہے کہ ہندوستان کے جلیل القدر رہنما صوبہ سرحد میں آ کر اپنے مقاصد کے سلسلہ میں اِمداد کے طالب ہوتے ہیں۔ فلسفہ عدم تشدد کو آپ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مکی زندگی سے حاصل کیا ہے۔

رولٹ ایکٹ کا ہنگامہ

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ اور پھر مشن سکول پشاور میں داخل ہوئے اور یہاں سے علی گڑھ گئے۔ وہاں مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال کے مضامین نے آپ کو مسحور کیا۔ علی گڑھ سے آنے کے بعد جنگ عظیم کے خاتمہ تک اپنے ملک میں عام تعلیم کی اشاعت کے لئے تحریک شروع کی۔ خان عبدالغفار خان نے ابتدا میں فوجی ملازمت کا بھی ارادہ کیا تھا۔ لیکن ایک دوست کے ساتھ ایک انگریز کا توہین آمیز سلوک دیکھ کر اس ارادے کو ترک کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ کے ہنگامے نے صوبۂ سرحد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس زمانے میں رولٹ ایکٹ کے خلاف بڑے بڑے جلسے ہوتے تھے۔ خان عبدالغفار خان اور آپ کے والد بہرام خان بھی ان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ خان کی عمر اگرچہ اس زمانے میں کم تھی۔ لیکن اپنی آتشیں اور شعلہ بار تقریروں کے ذریعے قوم میں روحِ عمل پھونکنے کی کوشش کرتے۔ اور اُن کو

غلامی کا احساس دلایا کرتے ۔ بہرام خان کا دل اپنے بیٹے کے خیالات اور تقریریں سُن سُنکر باغ باغ ہوتا تھا ۔ آخر ایک جلسے میں جس میں آپ کے والد بھی شامل تھے ۔ گرفتار کر لئے گئے ۔ اور بغیر مقدمہ چلائے آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا ۔

ایک پولیس افسر کو جواب

اس وقت پولیس کا ایک افسر آپ کے پاس آیا ۔ اور کہا کہ آپ آزادی کے ہنگامے بند کردیں ۔ لیکن آپ نے کمال دلیری سے جواب دیا ۔ کہ مَیں اپنی آزادی کے حق سے کس طرح دست بردار ہو جاؤں ۔ آزادی سے دستبردار ہونا تو انسانیت سے دستبرداری کے مترادف ہے ۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ آپ کے والد بہرام خان حریت طلبی کی بنا پر گرفتار ہو کر قید ہوئے ۔ اُس قید کے زمانے میں آپ کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈالی گئی تھیں ۔ جن کی وجہ سے آپ کے پاؤں سے ہر وقت خون جاری رہتا تھا ۔ خان عبد الغفار خان کہا کرتے تھے ۔ کچھ پروا نہیں ۔ کچھ دنوں کے بعد یہ میری عادت ہو جائے گی ۔ اور عادت پک کر طبیعت بن جایا کرتی ہے

کانگرس اور خلافت کی تحریک

۱۹۲۰ء میں آپ جیل سے باہر آئے ۔ تو کانگرس اور خلافت کی تحریکیں ملک میں جاری تھیں ۔ اور ان تحریکوں میں آپ نے سرگرم

حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۲۱ء میں اتمان زئی میں آزاد قومی ہائی سکول کی بنیاد ڈالی اور صوبے میں دورے کر کے اس کی شاخیں قائم کرنے کی کوشش کی۔ ان سرگرمیوں میں مفادِ حکومت کے خلاف کوئی بات نہ تھی لیکن اس کو یہ سرگرمیاں بھی ایک آنکھ نہ بھائیں۔ چنانچہ چیف کمشنر نے بہرام خان کو بلا کر فہمائش کی۔ کہ آپ کے لڑکے کو یہ مدرسے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے کہو۔ وہ ان کو بند کر دے۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ چیف کمشنر یہ کہتا ہے۔ خان عبدالغفار خان نے کہا کہ "بابا" فرض کرو۔ کہ سب لوگ نمازیں چھوڑ دیں۔ تو کیا آپ مجھ سے بھی یہ کہیں گے۔ کہ میں نماز پڑھنا ترک کر دوں۔ باپ نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں۔ میں تمہیں نماز پڑھنے سے ہرگز نہ روکونگا۔ اس پر خان عبدالغفار خان نے کہا۔ کہ تعلیم کا کام بھی اسی قسم کا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے والد کی مرضی سے کام شروع کیا۔ اور آخر کار گرفتار ہو کر تین سال کے لئے قید ہوئے۔

جیل کی زندگی

اس تین سال کی قید میں آپ سخت بیمار ہوئے۔ قید خانے کی سخت مشقتوں اور قید تنہائی کی وجہ سے آپ کا وزن پچاس پونڈ کم ہو گیا۔ چیف کمشنر نے پیغام دیا کہ آپ دیہات کے دوروں کو ترک کر دیں۔ تو مدرسہ قائم کرنے کی اجازت ہے۔ اور رہائی مل جائے گی۔

لیکن آپ نے چیف کمشنر کی اس پیشکش کو رد کر دیا۔ جیل کے افسروں نے آپ سے رعائت کرنی چاہی۔ مگر آپ نے رعائت لینے سے بھی انکار کر دیا۔ جیل میں آپ نے قیدیوں اور حکام جیل کو اخلاقی تعلیم دینی شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ایک داروغہ جیل نے استعفیٰ داخل کر دیا۔ اس پر حکام نے سمجھا کہ خان عبدالغفار خان کا اثر بڑھ رہا ہے۔ اس لئے آپ کو پنجاب کے کسی جیل میں منتقل کر دیا۔ لیکن یہاں بھی وہ نمونے کے قیدی بنے رہے۔ آپ جیل کے حکام اور ان قیدیوں سے کہا کرتے تھے کہ جو لوگ ناجائز ذرائع سے رعائتیں حاصل کر کے اشیاء منگوایا کرتے ہیں۔ وہ رفتہ رفتہ اپنی خودداری کو کھو بیٹھتے ہیں۔

خدائی خدمتگار تحریک

آپ نے ۱۹۲۲ء میں رہا ہونے کے بعد خدائی خدمتگار تحریک کی بنیاد رکھی۔ خدائی خدمتگاروں کا حلف نامہ یہ تھا۔

۱۔ اپنے خدا، قوم اور وطن کی وفاداری

۲۔ ہمیشہ عدم تشدد کا پابند رہنا۔

۳۔ خدمت کا کوئی معاوضہ قبول نہ کرنا۔

۴۔ بے خوف قربانی کے لئے تیار رہنا۔

۵۔ پاک زندگی بسر کرنا۔

خدائی خدمتگاروں کو لمبے اور طویل پیدل سفر کرا کر تربیت دی گئی۔

ر سارے صُوبے میں لوگوں کو تبلیغ کی گئی کہ تشدّد اور لُوٹ مار خلاف
سانیت ہے۔ کسی خدائی خدمتگار کو لاٹھی یا کسی قسم کا اسلحہ رکھنے کی اجازت
یں۔ خدائی خدمتگاروں کی وردی سُرخ ہے۔ اور اس سُرخ وردی کی وجہ سے
ن کے مخالفوں نے ان کو سرخپوش یا بالشویک مشہور کیا۔ حالانکہ فخرِ افغان نے
ی متعدد تقریروں میں اس بات پر زور دیا۔ کہ ان کی جماعت کے لوگ
دائی خدمتگار اور صرف خدائی خدمتگار ہیں۔ اور صرف اسی نام سے ان کو یاد
ا جائے۔ وہ بالشویک کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جب کہ بالشویکوں کے
یادی عقائد میں خدا کا اِنکار شامل ہے۔

۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی

دسمبر ۱۹۲۹ء میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا سالانہ اجلاس بمقام لاہور راوی
ے کنارے پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں ہُوا۔ جس میں آزادی کامل
علان کیا گیا۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں سول نافرمانی کا ہنگامہ گرم ہُوا۔ سرحد
ں خدائی خدمتگار بھی خان عبدالغفار خان کی زیر قیادت میدانِ عمل میں
ئے۔ اور شراب خانوں اور بدیشی کپڑوں کی دکانوں پر پکٹنگ شروع کر دی
م تشدد کے اصول پر اس سختی سے عمل پیرا ہونے کی ہدایت تھی۔ کہ اگر
ئی معمولی سی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا تھا۔ تو اسے تحریک سے علیحدہ
ر دیا جاتا تھا۔ سرحد کے تمام جیل خانے بھر گئے۔ خان عبدالغفار خان کے
ندان کے تمام مردوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ اور کئی مقامات

پر خدائی خدمتگاروں پر گولیاں چلائی گئیں۔ اس عہد کے سامراجی تشدد کی یادگاروں میں ٹکر ضلع مردان۔ قصہ خوانی بازار پشاور۔ ہاتھی خیل کے واقعات خاص طور پر نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ پٹھانوں پر وہ وہ انسانیت سوز مظالم روا رکھے گئے۔ کہ جن کے تصور سے بھی انسانیت لرز اٹھتی ہے اس زمانہ میں تحریک کا مرکز چارسدہ تھا۔ پٹھانوں نے جنگِ آزادی میں ایسا شاندار حصّہ لیا۔ کہ دُنیا دنگ رہ گئی۔ سرکاری مظالم کی تحقیقات کے لئے کانگریس نے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی۔ جو پٹیل کمیٹی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ کو ضبط کر لیا گیا۔

چند واقعات

اس تحریک میں خدائی خدمتگاروں نے بے مثال اِستقلال اور صبر کا ثبوت دیا۔ لیکن بعض واقعات ایسے بھی ہوئے۔ جن سے تنزلزل کا اظہار ہوتا تھا۔ حاجی شاہ نواز خان نے جو خان عبدالغفار خان کے عم زاد بھائی تھے۔ ضمانت داخل کر کے رہائی حاصل کی۔ لیکن ان کے عزیزوں اور عام پٹھانوں نے ان کی اِس حرکت کو نفرت کی نظروں سے دیکھا۔ اور حاجی صاحب کو دوبارہ جیل جانے کے لئے کہا۔ لیکن اس غیور نے جیل جانے کی بجائے اپنے سینے میں گولی مار کر خودکشی کر لی۔ اور ایک رقعہ اس مضمون کا چھوڑا۔ کہ "بدنامی اور ذلّت کا داغ دوبارہ جیل جانے سے نہیں۔ بلکہ موت ہی سے دُور ہو سکتا ہے۔" اسی طرح سیّد داؤد بادشاہ

جو ممتاز خدائی خدمتگار کارکن تھے۔ اور ۱۹۳۱ء تک جیل میں رہے۔ اُن کے بوڑھے اور ضعیف والد نے ان کی ضمانت داخل کر کے اُن کو رہا کرا لیا۔ تاکہ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو دیکھ سکیں۔ لیکن سید داؤد بادشاہ کو اپنی اس رہائی پر اس قدر شرم محسوس ہوئی کہ اس نے گولی مار کر اپنی زندگی ختم کر لی۔

خان عبید اللہ خان

خان عبدالغفار خان کے ایک بھتیجے خان عبید اللہ خان کو پہلے چارسدہ کے قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ لیکن یہاں ناقابلِ بیان گندگی تھی۔ جس کی وجہ سے خان عبید اللہ خان نے ۴۸ دن تک بھوک ہڑتال کی۔ ان کی رہائی میں ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ اس لئے آپ کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن رہائی کے بعد فوراً ہی آپ کو دوبارہ گرفتار کر کے ملتان جیل میں بھیج دیا گیا۔ اس جیل خانے کی کیفیت بھی چارسدے کے جیل خانے کی طرح تھی۔ اس لئے انہوں نے کسی بہتر جیل خانے میں تبدیل ہونے کا مطالبہ کیا۔ لیکن اُن کا یہ مطالبہ منظور نہ ہوا۔ اس پر اُنہوں نے ۷۸ دن تک بھوک ہڑتال کی۔ اس زمانے میں یہ بھوک ہڑتال ہندوستان کی ساری سیاسی جدوجہد میں بے مثال اور حیرت انگیز تھی۔ آخر حکام نے آپ کو دوسری جیل میں منتقل کر دیا۔ بھوک ہڑتال کے آخری دنوں میں یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ بھوک کی وجہ سے خان عبید اللہ خان کی موت واقع ہو جائے گی۔ اس لئے حکام جیل

کو لکھا گیا۔ کہ عبید اللہ خان کو کس طرح اور کہاں دفن کیا جائے گا۔ لیکن یہ خط پہنچنے سے پہلے ہی حکام جیل نے آپ کو دوسری جیل میں منتقل کر دیا تھا۔

جلاوطنی کے بعد وطن میں

۱۹۳۱ء کی تحریکوں کی بنا پر خان عبدالغفار خان کو ہزاری باغ جیل اور دوسرے جیل خانوں میں بند رکھا گیا۔ اور جب رہا ہوئے۔ تو آپ کا داخلہ پنجاب اور سرحد میں ممنوع قرار دیا گیا۔ اس لئے آپ وردھا میں گاندھی جی کے پاس چلے گئے اور جب تک کہ سرحد میں ۱۹۳۵ء کے آئین کے تحت کانگریس حکومت قائم نہ ہوئی۔ آپ وہاں رہے۔

اگست ۱۹۳۷ء میں آپ اپنے وطن میں پہنچے۔ خان عبدالغفار خان پٹھانوں میں انفرادی زندگی کی بجائے اجتماعی زندگی پیدا کرنا اور ان کو تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے جذبے سے سرشار دیکھنا چاہتے ہیں پانچ سال کی طویل نظربندی کے بعد جب آپ اپنے وطن میں پہنچے۔ تو سرحد میں خدائی خدمتگاروں کی از سر نو تنظیم شروع کر دی۔ اور تمام صوبے میں دورے کر کے خدائی خدمتگاروں کے کیمپ لگائے۔ اور خدائی خدمتگاروں کو تربیت دی۔

۱۹۴۲ء کی تحریک

۳ ستمبر ۱۹۴۲ء کو دوسری عالمگیر جنگ چھڑی۔ تو سرحد میں جنگ کے

مسئلہ پر کانگرسی وزارت مستعفی ہوگئی۔ خان عبدالغفار خان عدم تشدد پر عامل ہونے کی وجہ سے کسی تشدد پر مبنی جنگ میں امداد دینے کے قائل نہیں۔ اس لئے جنگ میں امداد دینے سے انکار کر دیا۔ سنہ ۱۹۴۲ء کے اوائل میں دو خدائی خدمتگاروں سعید احمد خان اور شاد محمد خان کو مالاکنڈ ایجنسی میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس لئے کہ وہ قبائل کو اخوت کا پیغام دے رہے تھے۔ اس پر خان عبدالغفار خان نے خدائی خدمتگار کیمپ سے حکومت کی اس روش کے خلاف احتجاج اور مطالبہ کیا کہ آزاد سرحد کے پٹھان ہمارے بھائی ہیں۔ اُن سے ہمارا نسل اور خون کا رشتہ ہے۔ اس لئے اگر ہم ان کو اخوت اور امن کا پیغام دیں۔ تو حق بجانب ہیں۔ لیکن حکومت نے خدائی خدمتگاروں کے اس حق کو تسلیم نہیں کیا۔ سعید احمد خان کو چند روز کے بعد رہا کر دیا گیا تھا۔ لیکن شاد محمد خان بدستور قید میں رہے۔ اس پر ۳ اگست کو خدائی خدمتگاروں کے قافلے مختلف مقامات کی طرف روانہ کئے گئے۔ تاکہ یہ آزاد علاقے کے بھائیوں کو بتائیں کہ ایک خاص طاقت نے پُر اسرار مقاصد کے لئے انہیں خدائی خدمتگاروں سے جدا کر دیا ہے۔ ورنہ وہ ان کے بھائی ہیں۔ خدائی خدمتگاروں کو طرح طرح کی مصیبتوں اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ اور کچھ آزاد علاقے میں پہنچ کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔

اعلان آزادی

۹ اگست کی قرار داد آزادی کی وجہ سے آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبروں اور تمام کانگریسیوں کو حکومت نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ سرحد میں بھی خدائی خدمتگاروں نے مختلف سکولوں پر پکٹنگ کی۔ سکولوں کے پکٹنگ کے سلسلہ میں چارسدہ ہائی سکول مردان ہائی سکول، بنوں اور پشاور کے سکول خاص مرکز بنے ہوئے تھے اس سلسلہ میں سینکڑوں خدائی خدمتگاروں کو جیلوں میں جانا پڑا۔ اس کے بعد ۴ ستمبر کو عام اعلان آزادی کیا گیا۔ اور کچہریوں پر خدائی خدمتگاروں کی طرف سے پکٹنگ کا آغاز کیا گیا۔ پشاور۔ بنوں کوہاٹ وغیرہ اضلاع میں کچہریوں پر ایسی زبردست پکٹنگ ہوئی۔ جس کی مثال تمام ہندوستان میں نہیں مل سکتی۔ سینکڑوں خدائی خدمتگاروں کو لاٹھیوں سے زخمی کیا گیا۔ اور ایک خدائی خدمتگار سید محمد اکبر کی لاٹھیوں کے شہادت بھی واقع ہوئی۔ خود فخر افغان کو ایک پرامن جلوس کی رہنمائی کرتے ہوئے لاٹھیوں سے زد و کوب کیا گیا۔ آپ کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ اور اس کے بعد ہری پور جیل میں بھیج دیا گیا آپ تین سال تک ایبٹ آباد اور ہری پور جیل میں رہے۔ حکومت نے آپ کی صحت کا قطعاً خیال نہ رکھا۔ آخر کار جب مارچ ۱۹۴۵ء میں دوبارہ کانگریسی وزارت قائم ہوئی۔ تو آپ کی رہائی عمل میں آئی۔

آپ کو پارلیمنٹری پروگرام پر قطعاً اعتقاد نہیں۔ اور ایسی وزارتوں کو مفید نہیں سمجھتے۔ جن میں تمام اختیارات گورنر کے ہاتھوں میں ہوں اور عوام کی خدمت حسب منشا نہ کی جا سکتی ہو۔ بہر حال جب آپ جیل سے آئے۔ تو سرحد کے چھ ضلعوں کے خدائی خدمتگاروں نے علاقہ اشناغر اتمان زئی میں آپ کا استقبال کیا۔ اور سالار اعظم امین جان نے بمقام عمرزئی خدائی خدمتگاروں کے کیمپ میں سپاسنامہ پیش کیا۔ جس میں فخر افغان کی قیادت پر اعتماد اور یقین کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس اجتماع میں آزاد علاقے کے افغانوں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ اور ایک پشتو کا مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جس کا مصرع طرح یہ تھا۔

"بمه فرهاد ذه شیرنی دِ آزادی گمځمه۔ ملتے پښتی کمټه۔ دَ بادشاه خان"

ترجمہ۔ ہم آزادی کے فرہاد ہیں۔ اور آزادی کی شیریں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور بادشاہ خان کی ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو" اس مشاعرہ میں اُستاد عبدالمالک خان فدا اور خان عبدالاکبر خان نے اپنی نظمیں پشتو میں سُنا کر فخر افغان سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔

ہزاری باغ جیل سے رہائی کے بعد

فخر افغان کے اپنے قلم سے

(رسالہ "پختون" سے اردو میں ترجمہ کیا گیا)

ہزاری باغ جیل سے رہائی کے بعد

جب ۱۹۳۴ء میں مجھے اور میرے بڑے بھائی ڈاکٹر خان صاحب کو ہزاری باغ کے جیل سے رہا کیا گیا۔ تو بظاہر ہم جیل سے رہا کر دیئے گئے تھے۔ لیکن یہ ایک عجیب رہائی تھی۔ ہمیں نہ تو اپنے صوبے میں اور نہ پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔ ہماری رہائی کے متعلق ہندوستان کے طول وعرض سے مبارک باد کے خطوط موصول ہونے شروع ہوئے۔ ابھی ہم ہزاری باغ سے روانہ ہونے نہ پائے تھے کہ سیٹھ جمنا داس بجاج کا تار ملا۔ جس میں انہوں نے ہماری رہائی پر خوشی کا اظہار فرمایا تھا اور یہ بھی تحریر کیا تھا۔ کہ چونکہ آپ اپنے وطن نہیں جا سکتے۔ اس لئے وردھا آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اور یہاں ہی سکونت اختیار کریں۔ مہاتما گاندھی بھی وردھا میں تھے۔ اور اس کے علاوہ ہندوستان بھر کسی ہندو اور مسلمان کی طرف سے ہمیں کوئی دعوت نہیں ملی تھی۔ اس لئے ہم نے وردھا جانے کا ارادہ کر لیا۔

ہزاری باغ سے شانتی نکیتن نزدیک تھا۔ وہاں میرا لڑکا عبدالغنی پڑھتا تھا۔ اس لئے میں نے پسند کیا کہ پہلے شانتی نکیتن جا کر اپنے لڑکے سے

ملاقات کروں۔ لیکن ابھی ہم تیار ہی ہو رہے تھے کہ پروفیسر عبد الباری تشریف لائے اور مجبور کیا کہ پہلے پٹنہ جاؤں۔ اور اس کے بعد عبد الغنی سے ملنے کے لئے شانتی نکیتن۔ غرض ہم پٹنے پہنچے۔ ریلوے سٹیشن پر ہمارے جیل کے ساتھی بابو راجیندر پرشاد اور دیگر اصحاب استقبال کے لئے موجود تھے۔ رات کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ صبح کو ہم گیا نہ چلے گئے وہاں غریبوں کے ایک جلسے میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد شانتی نکیتن گئے جہاں شاعر ٹیگور اور اس کے کالج کے پروفیسروں سے بات چیت کی۔ کالج اور کالج کے طلباء کو دیکھا۔ رات عبد الغنی کے پاس گذاری۔ صبح کو عازم پٹنہ ہوئے۔ وہاں سے الٰہ آباد۔ اور الٰہ آباد سے وردھا پہنچے۔ گاندھی جی سے ملاقات ہوئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد آل انڈیا کانگرس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی۔ جس میں مولانا ابوالکلام آزاد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ مسلمانانِ بنگال عموماً اور کلکتہ کے پشاوری دکان دار بالخصوص آپ کی آمد کی آرزو رکھتے ہیں۔ میں نے منظور کر لیا۔ مگر گاندھی جی کو منظور نہ تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ حکومت پھر مجھے گرفتار کر لے گی۔ لیکن مولانا کے اصرار پر راضی ہو گئے۔ اور بنگال جانے کی اجازت دے دی۔ چند اور ... بعد ہم عازم کلکتہ ہوئے۔ ایک بہت بڑا مجمع ہمارا استقبال کرنے کے لئے موجود تھا۔ احترام سے ہمیں کلکتہ لے جایا گیا۔ جہاں کلکتہ کارپوریشن نے ہمیں ایڈریس پیش کیا۔ چند روز ہم کلکتے میں اپنے پٹھان بھائیوں کے مہمان رہے۔

بنگال کے مسلمانوں کی خدمت کا جذبہ

میری خواہش تھی کہ مَیں بنگال کے مسلمانوں کو دیکھوں۔ مَیں نے چند جلسوں میں اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا۔ مگر کلکتہ کے مسلمان اس سلسلہ میں میری امداد کے لئے تیار نظر نہ آئے۔ میرا ارادہ مضبوط تھا۔ آخر ایک بنگالی مسٹر بپن چندر گھوش جو کانگرس کے ایک سرگرم رکن تھے۔ میری امداد کے لئے تیار ہوئے۔ مَیں کلکتہ سے اپنے دوستوں کے ہمراہ ایک علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب برائے تکمیل کاغذات الیکشن کلکتہ میں رہے۔ مَیں نے اس علاقے کا حال دیکھا۔ اگرچہ تمام باشندوں کے حالات اچھے نہ تھے۔ مگر مسلمانوں کی حالت خاص طور سے بُری تھی۔ چند روز ہم نے اس علاقے میں گذارے۔ بمبئی جلد واپس جانا تھا۔ اس لئے بنگال کا دورہ ختم کیا۔ کلکتہ سے وردھا آیا اور وردھا سے بمبئی۔ مسلمانانِ بنگال کی قابلِ رحم حالت نے میرے دل اور دماغ پر کافی اثر کیا۔ میرا ارادہ تھا کہ مَیں ان کی خدمت کرونگا۔ اور اس سلسلے میں گاندھی جی سے بھی مشورہ کیا۔ اُنہوں نے مجھ سے اتفاق کیا۔ اور امداد کا بھی وعدہ فرمایا۔

ان دنوں میری تمام توجہ بنگال کے غریب لوگوں کی طرف تھی۔ جن کے کچھ حالات میں نے بچشم خود دیکھے تھے۔ مَیں نے ارادہ کیا کہ ۸۔ دسمبر ۱۹۳۴ء کو بنگال پہنچوں۔ حکومت کی طرف سے ہماری نقل و

حرکت پر نگرانی کی جا رہی تھی۔ وہ ہماری سرگرمیوں کو برداشت نہ کر سکتی تھی۔ بنگال کے ہندوؤں کی بیداری کی وجہ سے حکومت کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

جب حکومت کو یقین ہُوا۔ کہ میں بنگال جانے والا ہوں۔ اور کسی صورت سے بھی نہیں رُک سکتا۔ تو ۷ر دسمبر کو مجھے وردھا میں گرفتار کر لیا۔ اور بذریعہ ریل بمبئی پہنچا۔ بغاوت کے الزام میں میرے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ میری بغاوت یہ تھی۔ کہ دل میں مظلومان بنگال سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اور اُن کے لئے میرے سینہ میں محبّت اور خدمت کا جذبہ تھا۔

خدائی خدمتگاروں کا حلف نامہ

خدائی خدمت گاروں کا جو حلف نامہ پشتو میں شائع ہوا ہے۔
اس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے۔

میں خدا کو حاضر و ناظر اور شاہد گردانتا ہوں۔ اور اس ذات پاک پر حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل اصولوں کا پابند رہونگا۔

۱- میں اپنا نام خدائی خدمت گاری کے لئے صداقت اور ایمان داری سے پیش کرتا ہوں۔

۲- میں اپنی جان۔ مال اور آرام ایمان داری کے ساتھ اپنی قوم کی خدمت اور وطن کی آزادی کے لئے قربان کرتا رہونگا۔

۳- میں خدائی خدمت گاری میں ایسے پر ے اور جھگڑے جو تحریک کے لئے نقصان یا کمزوری کا باعث ہوں نہیں بناؤں گا۔

۴- میں کسی دوسری جماعت کا ممبر نہیں بنوں گا۔ اور جنگ آزادی میں نہ معافی مانگوں گا۔ نہ ضمانت دونگا۔

۵ - میں اپنے افسر کا ہر جائز حکم ہر وقت مانوں گا۔

۶ - میں عدم تشدد کے اصول پر ہمیشہ کاربند رہوں گا۔

۷ - میں تمام مخلوق خدا کی ایک ہی طرح خدمت کروں گا اور میرا نصب العین وطن کو آزاد کرانا ہو گا۔

۸ - میں ہمیشہ نیک اور اچھے عمل پہ کاربند رہوں گا۔

۹ - میں اپنی خدمت کے بدلے کسی چیز کی طمع یا لالچ نہیں کروں گا۔

۱۰ - میری تمام کوششیں خدا کی رضا کے لئے ہونگی۔ نمائش کے لئے نہیں۔

۲۶ اگست ۱۹۳۸ء

فخرِ افغان

خان عبدالغفار خان لاہور میں

۲۱ اگست ۱۹۳۷ء کو فخرِ افغان صاحب دردھا سے ڈاکٹر چوئتھ رام کے ہمراہ کراچی جا رہے تھے۔ تو اہل لاہور نے آپ کا سٹیشن پر شاندار استقبال کیا۔ نمائندگان پریس سے اس وقت جو کچھ ارشاد فرمایا اُسے درج کیا جاتا ہے:۔

خان عبدالغفار خان لاہور میں

نمائندگان پریس نے سوال کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ سرحد اسمبلی کے ۲۵ ممبروں نے گورنر سرحد کو مسٹر عبدالقیوم کی منسٹری کے خلاف عدم اعتماد کی چٹھی لکھی ہے۔

فخر افغان ۔ آپ سرحد کے زیادہ نزدیک ہیں۔ میں مدت سے کوسوں دور بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے۔ حالانکہ سرحد کے حالات سے آپ لوگوں کو زیادہ واقفیت ہونی چاہئے تھی۔ بہر حال میں اس قدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے چند معززین سرحد سے ملاقات کی ہے۔ اور انہوں نے اس خبر کی تصدیق کی ہے۔

سوال ۔ اگر وہاں آپ کی پارٹی یعنی خدائی خدمتگاروں کی اکثریت ہو جائے۔ تو کیا آپ اسے کانگرس کی وزارت چلانے کی اجازت دیں گے؟

فخر افغان ۔ جہاں تک کولیشن وزارت کا تعلق ہے۔ اس کا فیصلہ ورکنگ کمیٹی کرے گی۔ ہم ورکنگ کمیٹی کے روبرو صرف تجویز پیش کر سکتے ہیں۔

میں فقیرانہ وزارت چاہتا ہوں

سوال ۔ آپ کس قسم کی وزارت قائم کریں گے؟

فخر افغان۔ میں چاہتا ہوں کہ موجودہ کساد بازاری اور غربت کے پیش نظر ایک ایسی منسٹری قائم کی جائے۔ جو بالکل سادہ اور فقیرانہ ہو اور عوام کی فلاح و بہبود کا خیال رکھے۔

جب آپ سے سرحد جانے کے متعلق کہا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر پابندی ہٹادی گئی۔ تو میں فوراً سرحد چلا جاؤنگا۔ اور اپنے دوستوں سے ملونگا۔

کیا آپ مہاتما گاندھی کو بھی ہمراہ لے جائیں گے؟

ہاں۔ اگر اجازت مل گئی۔

کیا آپ پنجاب کے مسلمانوں کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

میں اس وقت کوئی پیغام دینا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مسلمان بھاری تعداد میں جنگ آزادی کی غرض سے کانگرس میں شامل ہوں۔ کیونکہ ملک کی نجات مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد میں ہی ہے۔ میں بہت جلد پنجاب کا دورہ کرونگا۔ اور یہاں کے لوگوں کی نبضیں ٹٹولونگا۔

اخبارات سے شکایت

آپ نے اخبارات سے شکایت کی اور فرمایا کہ میں اخبارات سے بہت زیادہ ناخوش ہوں۔ جب میں بہار گیا۔ تو وہاں میں نے ایک تقریر کی۔ اس پر ہندو اخبارات نے کچھ اور مسلم اخبارات نے کچھ شائع کیا۔ اور میری تقریر کا مفہوم ہی غائب کر دیا۔

اس پر نمائندگان اخبارات نے فخر افغان کو یقین دلایا۔ کہ آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں گے۔ اخبارات میں وہی کچھ شائع ہوگا۔

اس پر پرنجر افغان نے حسب ذیل الفاظ نمایندگان پریس کو نوٹ کرائے۔

"میں چاہتا ہوں۔ کہ سرحد میں کانگرس کی وزارت ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ وہاں عوام کی زندگی کا معیار بہت اونچا ہے۔ اور ملک میں بھوک بہت ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ وزارتیں فقیرانہ زندگی بسر کریں۔ اور بھوکی قوم کی مدد کریں"

آزادی

سنو! اے ساکنانِ خاکِ پستی
ندا کیا آ رہی ہے آسمان سے
کہ آزادی کا اِک لمحہ ہے بہتر
غلامی کی حیاتِ جاوداں سے!

—— جوش ملیح آبادی ——

فخرِ افغان کراچی میں

۲۴ر اگست کی صبح کو کراچی کے اخبار نویسوں کو فخرِ افغان نے جو ملاقات کا شرف بخشا اور جو گفتگو فخرِ افغان اور اخبار نویسوں کے درمیان ہوئی - اسے درج کیا جاتا ہے۔

فخرِ افغان کراچی میں

۲۳ر اگست کی صبح کو فخرِ افغان خان عبدالغفار خان نے ایک گھنٹہ کراچی کے اخبار نویسوں کو ملاقات کے لئے دیا۔ آپ نے اخبار نویسوں سے سرحد کی قبائلی جنگ اور اغوا کی وارداتوں کے متعلق فرمایا کہ یہ وارداتیں محض سیاسی ہیں۔ ان کا مُسلم اور ہندو مسئلہ سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سرحد کے مسائل باقی ہندوستان کے لوگوں کے لئے سمجھنے مشکل ہیں۔ حکومت اس صوبہ کو فوجی بنانا چاہتی ہے۔ اس لئے اسے باقی ہندوستان سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔

سرحدی جنگ

اخبارات سرحد کے معاملات پر فرقہ وار نکتۂ خیال سے نظر نہیں ڈالنا چاہیئے۔ مَیں نے حکومت کے سامنے یہ سکیم پیش کی تھی۔ کہ وہ مجھے پانچسال تک سرحد میں آزادی سے کام کرنے کی اجازت دے۔ نیز قبائل کو عام تعلیم دلائی جائے۔ اور ان کے لئے صنعت و حرفت کا میدان کھول دیا جائے۔ لیکن حکومت نے اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ

اس پیشکش کے بدلے مجھے گرفتار کر لیا۔ اگر حکومت سرحد میں قیام امن کی خواہشمند ہے۔ تو مجھے اپنی سکیم کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جانی چاہیئے۔

فقیر اپی

فقیر اپی ایک مالدار زمیندار اور تعلیم یافتہ شخص ہے۔ اگرچہ صوبہ سرحد میں مجھے داخلہ کی اجازت مل گئی ہے۔ لیکن حکومت مجھے قبائل میں جانے کی اجازت نہ دے گی۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے کانگریس کی صدارت پیش کی گئی تو میں صدر بننے سے انکار کر دونگا۔

مسلمانوں اور ہندوؤں سے

رام باغ کے ایک پبلک جلسہ میں آپ نے فرمایا کہ پٹھان اگرچہ غیر تعلیمیافتہ ہیں۔ لیکن وہ عملی پالیٹیشن ہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو اپنے اختلافات کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے۔ اور سب کو خدائی خدمتگار بن کر کانگریس میں شامل ہو کر اسے مضبوط بنانا چاہیئے۔ اور اس طرح قومی خدمت کا ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔

میری دوستی

یہ مضمون یکم جون ۱۹۴۰ء کے "پختون" سے اُردو
میں ترجمہ کیا گیا ہے!

میری دوستی

بھائیو! آپ لوگوں کو "پختون" کے مطالعہ اور عام جلسوں میں میری تقریروں سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ میں نے ایک نئے تجربہ کا ارادہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں میرے دماغ میں کچھ نئے خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ ہم پرانے راستے سے اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر اس بات کو سمجھو کہ میرا یہ نیا تجربہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ حقیقت میں وہی "خدائی خدمتگاری" ہے جو ہم نے ۱۹۲۹ء میں شروع کی تھی۔

میرا راستہ

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میری دوستی میں غم و آلام کے سوا کچھ نہیں۔ میں جس راستے کا مسافر ہوں وہ کانٹوں سے اٹا پڑا ہے۔ میری دوستی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے اپنی جانوں کو خاک میں ملانے کو تیار ہوں۔ اِس راہ میں صدارتیں نہیں۔ جرنیلیاں نہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور اسمبلی کی ممبریاں بھی

نہیں اور نہ ہی اس میں وزارتیں ہیں۔ بلکہ قربانی اور صرف قربانی ہے۔ مصائب و آلام کو برداشت کرنا ہے۔ دینا ہے لینا ہرگز نہیں ہے اور اس وقت تک کہ یہ بدقسمت ملک کامل طور پر آزاد نہ ہوجائے اور حکومت کے تمام اور ہر قسم کے اختیارات ہمارے ہاتھوں میں نہ آجائیں۔ اس لئے میری دوستی کرنے میں آپ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ بلکہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں۔ غور و فکر کرلیں۔ ایک آدمی کے لئے یہی ضروری نہیں ہے۔ کہ فارم کو پُر کرکے۔ سرخ کپڑے زیب تن کرلے۔ صرف فارم پُر کرنے اور کپڑے سرخ کرنے سے کوئی میرا دوست نہیں بن جاتا۔

میرا دوست کیسا ہونا چاہئے

میں نے اکثر آپ لوگوں کو یہ کہاوت سنائی ہے کہ سانپ کا کاٹا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔ اس لئے کم از کم آپ لوگوں کو یہ بات ضرور سمجھانا چاہتا ہوں کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا۔ کہ جس درخت نے پٹھانوں کے خون سے پرورش پائی ہے۔ اور جس کے لئے قوم کے مردوں اور عورتوں نے قسم قسم کی جانی اور مالی قربانیاں کی ہیں۔ آج اسے میری آنکھوں کے سامنے کلہاڑیوں سے کاٹا جائے۔ اور لوگ اسے برباد کریں۔ اور اس کی جڑوں کو کھودیں۔ اس لئے میں اس مرتبہ بہت سوچ اور فکر سے کام کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں

سانپ کا ڈسا ہوا ہوں۔ اور رسی سے بھی خوف کھاتا ہوں۔ جو شخص پارٹی بازی ترک نہیں کر سکتا اور آپس کی دشمنی اور بغض و عداوت کو نہیں چھوڑتا۔ ظلم اور جبر سے باز نہیں آسکتا۔ اور ظلم و زیادتی کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اچھے اخلاق۔ نیک عادتیں اور ایمان داری و دیانت داری پیدا نہیں کر سکتا۔ میں اس سے صاف صاف کہونگا۔ کہ صرف منہ سے کہنے سے تو میں کسی کو اپنا دوست بنانے کے لئے تیار نہیں۔

خدائی خدمتگاری کی حقیقت کو سمجھو

جو شخص بھی میری دوستی کا طلبگار ہے وہ پہلے میرے پاس آئے اور مجھ سے تبادلہ خیالات کرے اور خدائی خدمتگاری کی حقیقت کو سمجھے۔ اگر وہ میری شرائط کے تحت خدائی خدمتگاری کے لئے تیار ہو۔ اور ان شرائط کی پابندی کر سکتا ہو۔ جن کے پابند کو میں سچا خدائی خدمتگار مانتا ہوں۔ تو وہ میری دوستی کے لئے تیار ہو جائے۔ اور عمل شروع کر دے۔ مگر پھر بھی میں اسے اپنی دوستی میں اس وقت تک نہ لونگا۔ جب تک میں اس کے بھائی۔ اس کے عزیزوں۔ رشتہ داروں اور ہمسائیوں سے دریافت نہ کر لوں گا۔ کہ اس کے ہاتھوں سے کسی کو آزار تو نہیں پہنچا۔ اور وہ خدمت خلق بغیر کسی تمیز کے کرتا ہے یا نہیں۔ اور خدائی خدمتگاری کے تمام

اصولوں کا پابند ہے یا نہیں۔ اس کے بعد میں اسے اپنا دوست بناؤنگا۔ ویسے نہیں۔

کون خدائی خدمتگار ہے؟

آپ لوگ کچھ فکر اور غور کریں۔ کہ ہم خدائی خدمتگار ہیں یا وہ لوگ جو ہر جگہ ہماری خدمت کرتے ہیں۔ جہاں ہم جاتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے چارپائی لاتے ہیں۔ کھانے کو روٹی اور چائے دیتے ہیں۔ وضو کے لئے کوزے میں پانی لاکر پیش کرتے ہیں۔ غرض ہماری جو بھی ضروریات ہوتی ہیں۔ ان سب کو یہ لوگ مہیا کرتے ہیں۔ اور اس میں خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ خدائی خدمتگار ہم ہیں یا وہ لوگ۔ میں آپ لوگوں سے صاف صاف کہتا ہوں۔ کہ میں اپنی اس نئی دوستی میں اس شخص کو لونگا۔ جو خدا کی مخلوق کا خدمتگار ہو۔ اور اپنی خدمت دوسروں سے نہ کراتا ہو۔

قومی مرکز کی قائمی

میں نے ارادہ کیا ہے کہ خدائی خدمتگاروں کی تربیت کے لئے ایک مرکز تیار کروں۔ جس میں میں خود رہونگا۔ اور میرے نئے خدائی خدمتگار بھی درجہ بدرجہ رہائش رکھیں گے۔

پہلا درجہ ان خدائی خدمت گاروں کا ہوگا۔ جو میرے ساتھ اس مرکز میں رہیں گے۔ اور جنہوں نے اپنا تمام وقت اس کام کے لیے وقف کیا ہوگا۔ اس مرکز میں ایسا انتظام بھی کیا جائے گا۔ کہ ہم اپنی ضروریات کو محنت اور مشقت کر کے پیدا کر لیا کریں۔ کیونکہ ایک خدائی خدمتگار کے لئے بے کار رہنا مناسب نہیں۔ اور سچا خدائی خدمتگار وہ ہے۔ جو مرد کی طرح دُنیا میں کام کرے۔ اور ہاتھ پاؤں کی محنت و مشقت سے خود کو پالے اور دوسروں کا محتاج نہ ہو۔

دوسرے درجہ میں ایسے خدائی خدمت گار ہوں گے۔ جو کچھ عرصہ اس مرکز میں رہ کر تربیت حاصل کریں گے۔ اور اس کے بعد باہر دوروں پر جائیں گے۔ اور خدائی خدمتگاری کی تبلیغ کریں گے۔ یہ لوگ اپنا گذارا بھی خود کریں گے۔

تیسرے درجہ میں ان لوگوں کو لیا جائے گا۔ جو خدائی خدمتگاری کے اصولوں سے اپنے آپ کو واقف کریں۔ اور اس کے بعد اپنا کاروبار کریں۔ یہ لوگ تبلیغ و اشاعت کا کام زیادہ تر نہیں کریں گے۔ لیکن خدائی خدمتگاری کے اصولوں کے پابند ہوں گے۔ اور کوئی ایسا کام نہ کریں گے جو خدائی خدمتگاری کے اصولوں کے خلاف ہو۔

صحیح تربیت کی ضرورت

بھائیو! دنیا میں کسی قوم کو بیدار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ مگر

قوم کا بنانا بہت مشکل کام ہے۔ اور یہ بغیر اچھی تربیت کے نہیں ہو سکتا۔ بیداری تو تھوڑے سے ہی عرصہ میں پٹھانوں میں اس حد تک پیدا ہو گئی ہے۔ کہ ہندوستان کی کسی اور قوم میں نہیں۔ مگر اس بیداری سے فائدہ اٹھانا اچھی تربیت پر منحصر ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہم قوم کی تربیت کا کام اپنے ہاتھوں میں لیں۔ اور اسے ایسی تربیت دیں جس کی اسے ضرورت ہے۔ میں یہ بات پھر کہتا ہوں۔ کہ کسی خدائی خدمتگار کو بے کار نہیں پھرنا چاہیئے۔ اور اسے خدائی خدمتگار کہنا درست نہیں۔ جو اپنے ہاتھوں سے کوئی کام اور کسب نہیں کرتا۔ خصوصاً میرے ساتھی اور نئے خدائی خدمتگاروں کو تو اس بات کا پختہ عہد کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے تمام کام خود اپنے ہاتھوں سے کریں گے اور مہینے میں ایک روز ایسا کام کریں گے۔ جس کا فائدہ قوم کو پہنچے۔ یعنی خدا کے لئے قوم کی بھلائی کے لئے کام کریں۔ اگر اس قسم کے لوگ ہر گاؤں میں ایک ایک دو دو بھی پیدا ہو جائیں۔ جو صحیح طور پر خدائی خدمتگار ہوں۔ اور خدا کی مخلوق کے ساتھ محبّت رکھتے ہوں اور بغیر کسی لالچ کے ہر انسان کے غم و رنج اور خوشی میں شریک ہوتے ہوں۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ ان لوگوں کے نمونہ کو دیکھ کر گاؤں کے دوسرے لوگ بھی اسی رنگ میں رنگے جائیں گے۔ اور بہت سے لوگ ان کی تقلید شروع کر دیں گے۔ اور تمام قوم کے درمیان رشتۂ محبت استوار ہو جائے گا۔ اور اس طرح وہ تنظیم خود بخود ہو جائے گی۔ جس

کی میں آرزو اور تمنا رکھتا ہوں۔ اور ایک مدّت سے میں جس دَور کا خواب دیکھ رہا ہوں۔ وہ صبح آجائے گا۔ بحالات موجودہ ہمارا رنگ لوگوں پر اس لیئے نہیں چڑھتا کہ ہم خود بے رنگ ہیں۔ اور ایسی حالت میں جب کہ ہمارا اپنا ہی رنگ نہ ہو۔ تو دوسروں پر کیا رنگ چڑھے گا۔ اسلئے میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ خُدا کا نام لے کر کام شروع کردوں۔

آزادی کا خواب حقیقت بن کر رہیگا

۷ فروری ۱۹۴۱ء
ڈیرہ اسمٰعیل خان

مَیں مطمئن ہوں کہ ہمارے سیاسی میدان میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ عوام کے اندر جو خلوص اور جوش پایا جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر یقین آتا ہے۔ کہ آزادی کا خواب حقیقت بن کر رہے گا۔ ہم اسوقت غیر معمولی حالات اور واقعات سے گذر رہے ہیں۔ اب دلیل بازی کا زمانہ نہیں رہا۔ عمل کا زمانہ ہے۔ معمولی باتوں کو باہمی تفرقات اور جھگڑوں میں تبدیل نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ تاکہ آزادی کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ آج دنیا بھر کی قومیں آپس میں برسر پیکار ہیں۔ اگر ہم نے وقت کی نزاکت کا احساس نہ کیا تو ہم آئندہ نسلوں کے سامنے شرمندہ ہونگے۔ خدا ہمیں ہمّت اور دُور اندیشی بخشے تاکہ ہم مشکلات پر قابو پاکر مخلوق کو تباہی اور بربادی سے بچا سکیں۔

ہمیں انقلاب کیلئے تیار رہنا چاہیئے

۶ر فروری ۱۹۴۱ء ـــــ ٹانک ضلع ڈیرہ غازیخاں

موجودہ جنگ کا زمانہ ایک انقلاب عظیم کے ساتھ ہوگا۔ آپ تو یہی خیال کرتے ہوں گے۔ کہ صرف "انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگنے سے انقلاب آجائے گا۔ انقلاب کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ یہ ایک بھاری سیلاب ہوگا۔ اور جو اس کی راہ میں رکاوٹ بن کر آئے گا۔ وہ خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔ اس کے لئے ہمیں تیار رہنا چاہیئے۔ ہم چالیس کروڑ ہونے کے باوجود غلام ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں وہ صفات موجود نہیں جو آزاد اقوام میں ہونی چاہئیں۔ جب تک آپ میں آزادی کے لئے کامل بیچینی تڑپ نہ ہوگی۔ آزادی کا حاصل کرنا مشکل ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ میری قوم کو عقل سلیم بخشے۔

فخرِ افغان

کا

ضروری ارشاد

"مجھے لوگ سرحدی گاندھی کہتے ہیں۔ مگر مجھے یہ پسند نہیں۔ جب مہاتما گاندھی موجود ہیں۔ تو ملک کو بہت سے گاندھیوں کی ضرورت نہیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ جیسا کہ گاندھی جی نے کہا ہے کہ اگر ملک میں بہت سے گاندھی ہو گئے تو وہ آپس میں لڑ پڑیں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ آئندہ لوگ مجھے سرحدی گاندھی کہنا اور لکھنا بند کر دیں گے۔"

پشاور ۷۔ مارچ ۱۹۴۰ء

اعلان آزادی

وطن میں سرخپوشوں سے ہے قائم شانِ آزادی
انہی کی سرفروشی سے ہے نازاں جانِ آزادی

سبق سیکھا ہے پروانوں سے کسی نے جاں نثاری کا
ہُوا کرتے ہیں غیرتمند خود قربانِ آزادی

وطن خواہوں میں ہوگی اس سے پیدا اک نئی جرأت
فرنگی کو کریگا دم بخود اِعلان آزادی!

نہ کھٹکیں خار بن کر کیوں میری نظروں میں وہ بُزدل
مِلادی خاک میں جس نے وطن کی شانِ آزادی

وطن کی آبرو پر جان دینا زندہ ہونا ہے!
زبانِ فخرِ افغان سے سنو فرمانِ آزادی

وزیرِ ہند سے اَے خان کہہ دو غور سے سُن لیں
جوانانِ وطن کرنے کو ہیں اِعلان آزادی

(خاں غازی کابلی)

اینٹی کمیونل کانفرنس لاہور

جو ۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو لالہ دُنی چند انبالوی کی صدارت میں بمقام بریڈلا ہال میں منعقد ہوئی!

اِس میں فخر افغان خان عبدالغفار خان نے حسب ذیل تقریر ارشاد فرمائی۔

خُدائی خدمتگار اور آزادیٔ ہند

مَیں جلسوں میں زیادہ شرکت کرنا نہیں چاہتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جلسوں کا وقت گذر گیا۔ عمل کا وقت ہے۔ دوسرے مَیں شہروں میں جاکر لوگوں کو کیا بتاؤں۔ شہر والے کیا نہیں جانتے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مَیں پنجاب سے ناراض ہوں۔ ناراضی اکثر ذاتی اغراض سے ہوتی ہے۔ لیکن میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہیں تو خدائی خدمتگار ہوں۔ لوگوں کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ مجھے پنجاب کے لوگوں سے محبت ہے (اگرچہ شاہ ولی خان کو شہید کرکے اس کی لاش کو سرحد بھیجدیا) مَیں نے بارہا کہا۔ کہ پنجاب اور سرحد دونوں صُوبے مِل جائیں اور کمر باندھ لیں۔ تو ہم ہندوستان کو آزاد کرا سکتے ہیں۔

پارٹی بازی سے نفرت

باقی رہی میرے پنجاب نہ آنے کی وجہ، تو میں یہ کہتا ہوں۔ کہ مَیں جہاں جاتا ہوں۔ ہمیشہ یہی سوچتا ہوں کہ مَیں اپنے صُوبہ سرحد کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ یہ صِرف پنجاب ہی نہیں۔ بلکہ مَیں کہیں بھی نہیں جاتا۔ مَیں نے اپنا سارا وقت اپنے صُوبے اور اپنی قوم کو دے دیا ہے۔ اور مَیں ایک ایسی فوج تیار کر رہا ہوں۔ جو ہندوستان کو آزاد کرائے گی۔ لوگ

کہتے ہیں کہ میں پنجاب کو بھی وقت دُوں۔ لیکن میں اتنا وقت نہیں نکال سکتا اگرچہ میں پٹھان ہوں۔ اور بہت لمبا چوڑا قد رکھتا ہوں۔ لیکن پارٹی بازیوں سے گھبراتا ہوں۔ پنجاب میں میرے راستے میں یہ پارٹی بازی حائل ہے۔

مُسلم اور ہندو اتحاد

ہم مدت سے مُسلم اور ہندو اتحاد کے لئے شور مچا رہے ہیں۔ لیکن یہ خیال کیجئے کہ یہ مسئلہ جلسوں اور قراردادوں سے حل نہیں ہوگا۔ اگر ہو سکتا تو اب تک ہوگیا ہوتا۔ میں نے جو اتحاد ۱۹۲۱ء میں دیکھا تھا وہ ۱۹۳۱ء میں نہ تھا۔ اور جو ۱۹۳۱ء میں تھا وہ اب ۱۹۴۱ء میں نہیں۔ ہم ایک دوسرے سے بہت دُور ہو گئے ہیں۔ اتحاد کی راہ کے کانٹے دُور نہیں کیے گئے۔ ہمارے سیاست دان دُنیا بھر کے ممالک کے متعلق جانتے ہیں۔ لیکن وہ مسلمان اور ہندو ہوتے ہوئے اور ایک مُلک میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے مذہب اور تمدن کے متعلق کچھ نہیں جان سکے۔ اتحاد لایا نہیں جاتا۔ بلکہ اندر سے پیدا کیا جاتا ہے میں نے جیل میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ انہیں ایک دوسرے کے مذہب اور تمدن کے متعلق واقفیت پیدا کرنی چاہیے۔ جب تک آپ یہ واقفیت پیدا نہ کریں گے۔ اس وقت تک اتحاد نہیں ہوگا۔ کسی مُلک میں فرقہ وار امتیاز نہیں۔ لیکن اس ملک کے پانی میں بھی امتیاز ہے۔

خدائی خدمتگار تحریک

سوشل تحریک ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس سے نہ مسلمان راضی ہوئے نہ ہندو۔
مسلمان کہتے ہیں کہ یہ کانگریس سے مل گئے ہیں۔ اور ہندو کہتے ہیں کہ یہ توڈاکے ڈالتے
ہیں۔ ہندوستان کے لوگ عجیب ہیں۔ اور یہاں کے اخبار بھی نہایت عجیب ہیں۔ ایک
بات ہے جس کا تذکرہ اخباروں میں بھی ہے۔ اور پبلک میں بھی۔ میں بتا رہا تھا کہ ہماری
خدائی خدمتگاروں کی تحریک ایک سوشل تحریک تھی۔ کوئی سیاسی تحریک نہ تھی۔ ہمارا
مقصد پٹھانوں سے چوری اور ڈاکے وغیرہ کی سپرٹ کو دور کرنا تھا۔ ہم ان میں سوشل
کام کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے غیر ملکی حاکم اس پر ناراض ہوئے۔ اپنے ایلچی بھیجے۔
کہ کیا کرتے ہو۔ ہم نے کہا کچھ نہیں کرتے۔ صرف لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم چوریاں
کرنا اور ڈاکے ڈالنا ترک کر دو۔

حکومت اور خدائی خدمتگار

حالانکہ یہ کام ایک دیانت دار گورنمنٹ کا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس کو نہیں کر
رہی ہے۔ اس لئے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ حکومت نے اس کا جواب دیا کہ بے
شک یہ سوشل تحریک تو ہے۔ لیکن اگر تم نے ایک مرتبہ پٹھانوں کو منظم کر لیا۔ تو
تم انہیں ہمارے خلاف لڑاؤ گے۔ میں نے کہا کہ قوموں کی ضمانت اعتماد ہوتا ہے۔
تم ہم پر بھروسہ کرو۔ ہم تم پر بھروسہ کریں گے۔ لیکن حکومت نے ہماری یہ بات
نہ مانی۔ اور ۴ ماہ کے بعد ہمیں گرفتار کر لیا۔ اور اس سلسلہ میں جو سلوک دیہات
کے پٹھانوں سے کیا گیا ہے۔ وہ ناقابلِ بیان ہے۔ اس لئے میں اسے بیان نہیں
کرتا۔ بہرحال یہ ایک پرانا قصہ ہے۔ حکومت نے اسے دبانا چاہا۔ اور سرحد کی ایکطرح

سے ناکہ بندی کردی۔ تاکہ کوئی آدمی پنجاب سے سرحد نہ آسکے۔ اور نہ سرحد سے کوئی آدمی پنجاب جا سکے۔ اس وقت ہمارے دو آدمی میاں جعفر شاہ کاکاخیل ایم۔ ایل۔ اے (حال پارلیمنٹری سیکرٹری ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعظم سرحد) اور میاں عبداللہ جان صاحب چارسدہ دریائے سندھ کو پار کرکے ہمارے پاس پنجاب پہنچے۔ میں جیل میں تھا۔ میری ملاقات بند تھی۔ لیکن انہوں نے دوسرے دوستوں سے ملاقات کی۔ اور آخر کار مجھ سے بھی ملاقات ہوئی اور میں نے انہیں مشورہ دیا کہ تم مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کے پاس شملہ اور دہلی جاؤ۔ چونکہ یہ ہمارے دینی بھائی ہیں۔ اس لئے یہ ضرور ہماری امداد کریں گے۔ چنانچہ میاں جعفر شاہ صاحب، اور میاں عبداللہ جان صاحب ان کے پاس گئے۔ اور ڈیڑھ ماہ کے بعد واپس آئے اور انہوں نے کہا۔ کہ مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس ہماری امداد کرنے کو تیار نہیں۔ ہم نے انہیں جواب دیا کہ تم ہندوستان چلے جاؤ۔ آخر کوئی جماعت تو ہماری امداد کرے گی۔ چنانچہ یہ ہندوستان گئے۔ اور جب واپس آئے۔ تو انہوں نے کہا کہ باقی سب جماعتیں نہ انگریز کی مخالفت کرتی ہیں۔ اور نہ کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن کانگرس جو ہندوستان کی آزادی کی علمبردار ہے۔ ہماری امداد کے لئے تیار ہے۔ اور اس کے اصول اور ہمارے اصول بھی یکساں ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا۔ کہ وہ ہماری امداد کرنے کو تیار ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ اس کے ساتھ آزادی کے حصول کے لئے مل جائیں۔ تو میں نے ان کو اجازت دے دی کہ اس پاک اور مقدس مقصد کے لئے ضرور ان سے مل جاؤ۔ چنانچہ

خدائی خدمتگار تحریک کانگریس کی رفیق بن گئی۔

سرحد میں اصلاحات

جب پیٹل کمیٹی بنی۔ تو اس وقت حکومت کی طرف سے میرے پاس پیغام پہنچا۔ کہ اصلاحات تو ہم صوبہ سرحد کو ابھی دینے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ آپ کانگریس کو چھوڑ دیں۔ میں نے جواب دیا کہ جس طرح آپ نے ہم پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس طرح اب ہم آپ پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔

سرحدی ڈاکوں کی حقیقت

سرحد کے ڈاکوں کے متعلق ہماری جماعت نے موجودہ گورنر (سر جارج کننگھم) کے پاس ایک ڈیپوٹیشن بھیجا۔ اور ان سے کہا کہ ہم یہ وارداتیں برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اس کام میں آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں اور آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی ذمہ داری پر قبائل میں جاؤں۔ اور جس شخص پر آپ کو پورا پورا اعتماد ہو۔ اُسے میرے ہمراہ کر دیں۔ میں نے گورنر کو یہ بھی یقین دلایا۔ کہ میں قبائلیوں میں حکومت کے خلاف کوئی معاندانہ پراپیگنڈا نہیں کروں گا۔ آپ مجھے اجازت دے دیں۔

دوسری تجویز ہم نے یہ پیش کی۔ کہ وزیرستان کے ملّاؤں کو (یعنی سرحد) بُلایا جائے۔ اور گورنر کی صدارت میں اُن کی ایک میٹنگ کی جائے۔ اور اُس میں اِس مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے۔ اس کا جواب مجھے یہ دیا گیا

کہ یہ تو کانسٹی ٹیوشنل کام ہے۔ گورنر اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے جس آدمی کو خدا نے دماغ دیا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس میں ہمارا قصور کہاں تک ہے۔ اگر آپ اعداد و شمار دیکھیں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ڈاکے مسلمانوں پر بھی اتنے ہی پڑتے ہیں۔ جتنے ہندوؤں پہ۔ یہ فرقہ پرست لوگ ہیں۔ جو آپ لوگوں کے پاس آکر آپ کو یہ کہہ کر بھڑکاتے ہیں کہ ڈاکے صرف ہندوؤں پہ ہی پڑتے ہیں۔ مسلمانوں پر نہیں۔

آپ لوگ دن رات ریڈیو سنتے ہیں۔ جرمنی۔ جاپان اور انگلستان کے مسائل پہ تو غور کرتے ہیں۔ لیکن سرحد کے واقعات کے متعلق کچھ بھی نہیں سوچ سکتے۔ میں آج اس لئے یہاں آیا ہوں کہ آپ لوگوں کو سرحد کے اصل واقعات سے آگاہ کروں۔

سرحد میں کانگریس کا کام

سرحد میں جو کام ہم نے کیا ہے۔ وہ کسی جادو کی چھڑی کی حرکت سے نہیں ہوا۔ بلکہ ہماری محنت اور ہمت سے ہوا۔ سرحد کا کوئی بھی گاؤں ایسا نہیں ہے۔ جہاں میں نے پیدل پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو آزادی کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔ جب کوئی تحریک دیہات میں پھیل جاتی ہے۔ تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اُسے تباہ و برباد نہیں کر سکتی۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ دیہات میں جائیں۔ اور دیہاتیوں کے ساتھ رہ کر کام کریں۔ اُنہیں ملکی حالات سے واقف کریں۔ پنجاب کا دیہاتی پٹھان

سے کم نہیں۔ لیکن اُن میں کام کی ضرورت ہے۔ اگر آپ لوگ ان میں کام کریں گے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ آپ کی طاقت کتنی بڑھتی ہے۔ یہ کام تو کرنے سے ہی ہو گا۔ ویسے ہرگز انجام نہ پا سکے گا۔

شہیدانِ وطن

شہیدانِ وطن کا تو ہے چرچا آسمانوں میں
مگر ہے نام بزدل کا فرنگی کے فسانوں میں
وطن کی راہ میں جو اپنے ہی خوں میں نہاتے ہیں
فسانہ ان کا رنگیں ہے زمانے کے فسانوں میں
وہ دن آنے کو ہے جس دن اُٹھے گا شور آزادی
سمندر میں پہاڑوں میں زمین و آسمانوں میں

کابلی

سچّے خدائی خدمتگار کی پہچان

یہ مضمون فخرِ افغان کے ایک پشتو مضمون کا ترجمہ ہے۔ جو آپ نے
مارچ ۱۹۴۷ء کے رسالہ "پشتون" میں خدائی خدمتگاروں کیلئے شائع کیا تھا

سچّے خُدائی خدمتگار کی پہچان

مَیں آپ کے جلسوں میں کئی بار شامل ہُوا۔ صرف جلسوں میں ہی نہیں بلکہ جب بھی اور جس جگہ بھی موقعہ ملا۔ شادی و غمی میں اور دیگر مختلف موقعوں پر جہاں کہیں ہم اکٹھے ہوئے۔ مَیں نے ہر وقت آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہر وقت تقریر کرنا اور بار بار ایک ہی بات کہنا زیب نہیں دیتا۔ میرا یہ خیال ہے کہ ہم کو باتیں تھوڑی کرنی چاہئیں۔ اور اُن پر دھیان زیادہ دینا چاہیے۔ اور اُن پر عمل کرنا چاہیئے۔

وزارتوں کے شوقین

آج بہت سے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ جد و جہد شروع کیوں نہیں کرتے۔ جو لوگ وزارتوں کے شوقین ہیں۔ وہ مجھ سے پُوچھتے ہیں کہ وزارتیں کب لوگے۔ مَیں اُن لوگوں سے کہتا ہوں کہ ہم نے وزارتیں ترک کر دیں اور اُن کا جنازہ نکال دیا۔ ہم دوبارہ وزارتیں قبول نہیں کریں گے۔ بھلا ایسی وزارتوں کا فائدہ بھی کیا ہے۔ جس میں نام کو تو ہم وزیر ہوں۔ لیکن ایک ملازم کی تنخواہ میں کمی و بیشی کرنے کا بھی اختیار نہ ہو۔ اور مُلک کے لئے مفید قوانین

بھی نہ بنا سکتے ہوں۔ ان نام نہاد وزارتوں سے مُلک کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے

مَیں بغیر مطلب کے کوئی کام نہیں کرتا

اگر کوئی شخص مجھ سے جدوجہد کے متعلق کہتا ہے۔ مَیں اُس سے کہتا ہوں کہ تُم نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ ہم جدوجہد کس لئے کرتے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ لوگ لڑائی لڑتے ہیں۔ اور جنگ کرتے ہیں اور اس سے کسی قسم کا مطلب نہیں ہوتا۔ تو مَیں ایسی جنگ کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ اور جو لوگ جنگ کرتے ہیں۔ وہ خاص مطلب کے لئے کرتے ہیں۔ تو پھر اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ مقصد کیا ہے۔ مَیں آپ کے سامنے یہ صاف کہہ دُوں۔ کہ ہم نے خدائی خدمتگار تحریک شروع کی ہے۔ تو ایک خاص مطلب کے لیے۔ مَیں نے کئی بار آپ کے سامنے یہ بات ظاہر کی ہے کہ مَیں بغیر مطلب کے کام نہیں کرتا۔ اور بغیر کسی مقصد کے آپ لوگوں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ ہمارے سامنے ایک مقصد ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم جو کچھ کریں اس سے ہمارے ملک اور قوم کو کچھ فائدہ پہنچے۔

وزارت کی دلچسپ باتیں

جب سرحد میں کانگریس کی وزارت تھی۔ تو ایک ایک خدائی خدمتگار آتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا تو وظیفہ نہ لگا۔ دوسرا آکر کہتا کہ مَیں تو سڑک کا جمعدار نہ بنا۔ لیکن اگر تم خود سڑک کے جمعدار نہ بنے۔ تو پھر جمعدار بنا کون؟ ۔ وزیر صاحب

نے اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے ہیں۔ بس ہر ایک خدائی خدمتگار سے کہتا تھا کہ ایک غریب آدمی کی ضرورت تھی۔ اور اس غریب کو جمعدار بنا دیا گیا۔ جب ایک کی ضرورت تھی۔ تو آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ آخر وہ بھی تو غریب خدائی خدمتگار تھا۔ آپ نے میرا ناک میں دم کیا ہوا ہے۔ اگر ہم نے پھر کچھ حاصل کیا۔ اور پھر وہی پرانا دکھ ہو کہ مجھے جمعداری ملے۔ اور وظیفہ ملے تو اس کمائی اور اس حصول سے کیا فائدہ؟ میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ میں خدائی خدمتگار ہوں۔ اور خدائی خدمتگاری کے اصول پر چلنا چاہتا ہوں۔ نہ مجھ کو جلسوں کا شوق ہے۔ اور نہ ان سے دلچسپی۔ اور نہ زندہ باد کے نعروں سے خوش ہوتا ہوں۔ میرا پختہ عقیدہ ہے۔ کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ اس میں خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔

سچے خدائی خدمتگاروں کی فوج کی ضرورت

آنے والی جدوجہد کے لئے ایک فوج کی ضرورت ہے۔ یہ فوج سچے خدائی خدمتگاروں کی ہونی چاہیے۔ چاہے تعداد میں تھوڑی ہی ہو۔ یہ ایک روحانی تحریک ہے۔ اس میں تھوڑے سپاہیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن ان لوگوں کی جو نیک ہوں۔ ایماندار ہوں۔ اُن کے دلوں میں اپنے بھائیوں کے لئے جذبۂ ہمدردی ہو۔ اور وہ اپنے نفس کے تابع نہ ہوں اگر میں اب کے میدانِ جنگ میں اُترا۔ تو اپنے ساتھ نیک و علیم لوگوں کو لے جاؤں گا۔ اور ایسے لوگوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ جو جیلخانوں میں

افیون اور چرس کے لئے داروغوں کی منتیں کریں۔ اور رشوتیں دیں۔ آپ یاد رکھیں کہ جو آدمی رشوت دیتا ہے۔ وہ کافر ہی ہوتا ہے۔

ایک واقعہ

میں ۱۹۲۱ء میں قید تھا۔ ایک روز میرے لئے ایک نمبردار گڑ لایا جو میرے سامنے پڑا ہوا تھا۔ جیل کے ایک ملازم نے کہا داروغہ صاحب آگئے۔ داروغہ کو دیکھ کر میں نے گڑ کمبل کے نیچے چھپا لیا۔ داروغہ کے چلے جانے کے بعد میں نے گڑ کو ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت سے میں نے عہد کر لیا کہ میں پھر ایسا کام نہیں کرونگا۔ جو انسان کے دل میں خطرہ پیدا کرے اس لئے میں آپ لوگوں سے صاف کہتا ہوں کہ جو آدمی سچا خدائی خدمتگار رہیگا۔ وہ ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اُس کا دل خطرہ محسوس کرے

انقلاب آرہا ہے ہشیار باش

(پشتو سے ترجمہ کی گئی)

فخر افغان خان عبدالغفار خان کی تقریر جو آپ نے حکیم عبدالجلیل کی صدارت میں ۲۰ مئی سنہ ۱۹۴۰ء کو پشاور کے ایک جلسہ خوش آمدید میں فرمائی۔

انقلاب آرہا ہے

پیارے بھائیو! پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر کے بعد اس بات کی ضرورت نہ تھی کہ میں تقریر کر کے آپ لوگوں کا قیمتی وقت ضائع کروں۔ تاہم میں چند ضروری گذارشات عرض کرتا ہوں۔ میں نے چھ ماہ ہوئے۔ آپ لوگوں کو اس میدان میں کہا تھا۔ کہ ایک ہولناک سیلاب آرہا ہے۔ اور تم چاہو یا نہ چاہو۔ یہ سیلاب آکر رہے گا۔ اس لئے تمہیں اس کی ہولناکیوں سے بچنے کے لئے اور اس سے مفید نتائج حاصل کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دینی چاہئیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے میری باتوں پر اب تک کوئی توجہ نہیں کی۔ میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ تم میں سے ہزاروں ریڈیو سُنتے ہیں۔ اور جنگی خبریں سُن سُنکر خوش ہوتے اور گپیں ہانکتے رہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان خبروں سے تمہیں جو دلچسپی ہے۔ وہ کیوں ہے۔ اور یہ خبریں تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

سچے خدمتگار کا فرض

میں تو تم لوگوں سے یہ چاہتا ہوں کہ آنے والی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں کرو۔ کیونکہ ایسی مصیبت آنے والی ہے۔ جس

سے رونے، دھونے اور فریاد کرنے سے چھٹکارا حاصل نہ ہوگا۔ اس کے لیے تیاری کی ضرورت ہے۔ سب تیار ہوں۔ خدائی خدمتگاروں کو تو خاص طور پر تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ صحیح معنوں میں سچا اور ہوشیار خدمتگار وہی ہے۔ جو تمام قوم کی خدمت کے لیے تیار ہو۔ جو امیر اور غریب دونوں کا یکساں خیر خواہ اور ہمدرد ہو۔ جس طرح وہ مسلمان کی خدمت کرے اسی طرح ہندو کی خدمت کرے۔ اس لیے کہ یہ سب ہی خدا کی مخلوق ہیں۔ اپنے دلوں سے خدا کے سوا ہر شخص کا خوف نکال دو۔ اور یہ ثابت کر دو کہ تم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور خدا کی تمام مخلوق کے یکساں بلا تمیز مذہب و ملت خدمتگار ہو!

سب متحد ہو جاؤ

میرے بھائیو! جب اس ملک میں مصیبت آجائے گی۔ تو ہم سب خدائی خدمتگار تمہاری خدمت کے لیے تیار ہوں گے۔ تم ہماری امداد کرو یا نہ کرو۔ مگر ہم ہر ممکن طریق سے تمہاری امداد کریں گے۔ اس لیے کہ تم ہمارے ہم قوم ہو۔ اور خدا کی مخلوق ہو۔ اور ہم خدا کی مخلوق اور قوم کے خدمتگار ہیں۔ ہندو ہوں یا مسلمان۔ سب یہ غور سے سن لیں۔ کہ آنے والی مصیبت میں تمام قوم کا متحد ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور جس قسم کی مصیبت بھی آئے۔ اس کا مقابلہ سب کو مل کر کرنا چاہیئے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ ملک صرف خدائی خدمتگاروں کا ہی نہیں

ہے۔ بلکہ ان تمام لوگوں کا ہے۔ جو اس میں رہتے ہیں۔ سب کا نفع نقصان ایک ہے۔ ایک کو بھی نقصان پہنچے گا۔ تو سب کا یکساں نقصان ہے۔ اور ایک کو فائدہ حاصل ہوگا۔ تو وہ بھی سب کو برابر فائدہ ہے۔ اس لئے آپ جب تک متحد ہو کر ایک دوسرے کی امداد کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ آنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں کا مقابلہ نہ ہو سکیگا۔

انقلاب کی قیمت

اس بات کو اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ آنے والا انقلاب ہم سے قیمت طلب کریگا۔ جانتے ہو انقلاب کی قیمت کیا ہے؟ اس کی قیمت مادرِ وطن کے نوجوانوں کا خون ہے! یہ انقلاب اس ملک کی خوشحالی اور آرام کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ ہم کتنا بھی بچنا چاہیں۔ مگر انقلاب ہم سے ضرور قربانی لے کر رہے گا۔ ہوشیار اور سمجھدار لوگ اور قومیں انقلاب سے فائدہ اٹھایا کرتی ہیں۔ وہ قیمت ادا کرتی ہیں۔ تو اس کا فائدہ بھی حاصل کرتی ہیں۔ مگر غافل اور سوئی ہوئی قومیں قیمت بھی ادا کر دیتی ہیں۔ اور ان کا دامنِ مراد بھی خالی ہی رہتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔ اور آنے والے انقلاب سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہمارا ملک بھی برباد ہو اور خون بھی بہے اور پھر بھی ہمارا دامن خالی ہی رہے۔

آزاد قبائل اور ہمارا فرض

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے قریب آزاد قبائل آباد ہیں اگر ملک میں کوئی ہنگامہ برپا ہوا۔ تو یہ حملہ کرکے ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں۔ آزاد قبائل کے لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ اُن کی ہم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ البتہ وہ چالاکی کے ساتھ ہم سے جُدا کیے گئے ہیں۔ اور ہمیں یہ موقع نہیں دیا گیا۔ کہ ہم ان کو سمجھا سکیں۔ ہم تم بھائی بھائی ہیں۔ غیر نہیں۔ بے شک اُن کے بعض کام اچھے نہیں۔ لیکن اچھے اور بُرے لوگ تو ہر قوم میں موجود رہتے ہیں۔ اور اگر یہ بات درست بھی ہے۔ تو دُنیا کی کونسی مشکل ہے۔ جس کا حل نہ ہو سکتا ہو؟ اور کونسا مرض ہے۔ جس کا علاج نہیں؟ ہم اس بات کا حل سوچ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ نیک نیتی کے ساتھ ہمیں اس کے لیے موقعہ دیا جائے۔

پٹھان صرف محبّت سے زیر ہو سکتا ہے

بھائیو! باتوں کا وقت نہیں! باتیں ہم بہت کر چکے! اب تو عمل کا وقت ہے۔ باتوں کو چھوڑ دو اور عمل کی تیاریاں شروع کر دو! تمہارے دلوں میں جو خوف ہے۔ وہ باتوں سے ہرگز دُور نہ ہوگا! جب تک تم سب مل کر مالی اور جانی قربانیوں کے لیے تیار نہ ہو جاؤ۔ علاقہ غیر کے

لوگ بھی پٹھان ہیں۔ اور ہمارے بھائی ہیں۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم ان کو بھائیوں کی طرح سمجھائیں۔ مجھے یقین کامل ہے۔ اگر ہم ان کو سمجھائیں گے۔ تو وہ سمجھ جائیں گے۔ کیونکہ وہ پٹھان اور غیور پٹھان ہیں۔ اور غیور پٹھان کی یہ خاصیت ہے کہ وہ محبت سے دوزخ قبول کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس سے سختی کی جائے۔ تو اُسے سختی کے ساتھ جنت بھی نہیں لے جایا جا سکتا۔

محبت کا راستہ

ہمارا راستہ محبت کا اور کامیابی کا راستہ ہے۔ اور حکومت کا راستہ تشدد اور سختی کا۔ پٹھانوں کی اصلاح سختی اور تشدد سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اگر کبھی اُن کے پاس پہنچ کر یہ کہہ دیں۔ کہ اے بھائیو! تم جو ہم پر حملے کرتے ہو اور ہمیں لوٹتے ہو۔ ہمیں اغوا کر کے لے جاتے ہو۔ اس میں نہیں کوئی زیادہ فائدہ نہیں۔ بلکہ تکلیف ہی تکلیف ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ تم ہمارے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم کرو! اور تم ہم سے تکلیفیں بیان کرو۔ اور ہم اپنی تکلیفیں تم سے بیان کریں؟ پھر دونوں مل کر اُن پر غور کریں۔ اور اُن کا علاج سوچیں۔ تاکہ ہماری اور تمہاری زندگیاں نہایت پُر امن طور پر بسر ہوں؟

باہمی اختلافات کا خاتمہ کرو

اب ہر گھر کی پارٹی بازی اور ... کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں کہ اگر ...

اندرونی پارٹیوں کو ختم کر کے اور متحد ہو کر اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ تو مجھے امید ہے کہ تمام پارٹی بازیاں ختم ہو جائیں۔ میں نے جہاں تک اپنے صوبے میں پھر کر دورہ کیا ہے۔ مجھے اپنے وطن کا یہ حال معلوم ہوا ہے۔ اور اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ اگر ہم متفق ہو کر کوشش کریں تو ان باتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں خدائی خدمتگار بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ خدا کے لئے اس غم اور مصیبت کے زمانے میں اپنی اصلاح کریں۔ اور اپنے سینوں کو صاف کریں۔ اور باہمی جھگڑوں اور اختلاف کو ختم کر کے صحیح معنوں میں خدائی خدمتگار بن کر ملک اور قوم کی خدمت کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور آنے والے انقلاب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

افغان پارک پشاور

یہ تقریر ۲۶ جون ۱۹۴۳ء کو افغان پارک پشاور
میں ارشاد فرمائی گئی ـــــــــــــ !

خدائی خدمتگاروں کا کام

آج کل میں تقریروں اور جلسوں کے حق میں زیادہ نہیں۔ اس لئے کہ ہر چیز کا وقت اور موسم ہوتا ہے۔ تقریروں اور جلسوں کا وقت گیا۔ اب عمل کا وقت ہے۔ دنیا میں اگر کوئی جماعت زیادہ تقریریں کرے۔ اور عمل سے بچے۔ تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ میرے خیال اور دل میں جو کچھ آیا ہے۔ میں نے اسے آپ لوگوں کے سامنے ہمیشہ رکھا ہے۔ میں نے یوم آزادی کے موقعہ پر آپ لوگوں کے سامنے شاہی باغ میں کہا تھا۔ کہ جب تک جاپان جنگ میں شریک نہ ہوا تھا۔ ہمیں زیادہ خطرہ نہ تھا۔ لیکن اب تو جنگ سر پر آپہنچی ہے۔ لیکن یہاں نہ جاپانی آسکتے ہیں اور نہ جرمن۔ اگر کوئی یہاں ہمیں غلام بنانے کے لئے آئے گا۔ تو میں پہلا شخص ہوں گا۔ جو اس کا مقابلہ کروں گا۔ موجودہ جنگ ملک اور تجارتی منڈیاں حاصل کرنے کے لئے لڑی جا رہی ہے۔ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک اور تجارتی منڈی ہے۔ اگر انگریزوں نے ہمارے ملک میں صنعت و حرفت کو ترقی دی ہوتی۔ تو آج جنگ جیتنے کے لئے ہر قسم کا سامان تیار ہوتا۔

ہم خدائی خدمتگار ہیں۔ اور ہمارے کام خفیہ نہیں ہوتے۔ خفیہ

کاموں سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے صوبے میں کئی کیمپ تیار کئے ہیں۔ جن میں ایسے لوگوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ جو ملک میں قیام امن کے لئے کام کریں گے۔ اگر میں اپنے بھائیوں سے یہ کہوں کہ وہ عمل کا خیال رکھیں۔ تو اس میں حکومت کا کیا نقصان ہے۔ ہم نے جو قدم اٹھایا ہے۔ وہ آگے بڑھے گا۔ پیچھے ہرگز نہ ہٹے گا۔ اگر ہم گرفتار ہو گئے تو پھر آپ جانیں اور آپ کا کام۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہر جگہ امن برقرار رہے۔

وطن کے فدائی!

جاں فدا قوم کے ناموس پہ کرنیوالے
دھمکیوں سے نہیں اغیار کی ڈرنے والے

لاکھ طوفان کریں موجِ حوادث برپا
دب کے رہتے نہیں دنیا میں اُبھرنیوالے

جان قربان کی جلوے کے تمنائی نے
دیکھتے ہی رہے آئینہ سنورنیوالے!

بیٹھ کے پاؤں کے چھالوں کو نہیں گنتے ہیں
راہِ پرخارِ محبت میں گذرنے والے

تہمت ترکِ وفا اہلِ وفا کے دل پر
زخم ہیں طعنۂ دشمن کے نہ بھرنے والے

شوقِ جانبازیٔ عشاق کو دیکھے کوئی
اس طرح جی سے گذرتے ہیں گذرنے والے

—— خان غازی کابلی ——

قرار داد وردھا کی وضاحت

۲۲ جون کو بعد دوپہر خدائی خدمتگار کیمپ چارسدہ میں سرحد کانگریس کمیٹی کے ممبروں کے سامنے فخر افغان عبدالغفار خان نے وردھا کانگریس کے قرارداد کی وضاحت کی

قرار داد وردھا کی وضاحت

کانگریس کمیٹی کا اتنا طویل اجلاس اس سے پہلے کبھی نہیں ہُوا۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ممبروں میں کوئی اختلاف تھا۔ اس کی روح اور مقصد کے ساتھ سب مکمل طور پر متفق تھے۔ اس کے سامنے جو سوال درپیش تھا۔ وہ بہت اہم تھا۔ اس لئے ذمہ داری کے ساتھ سوال کے ہر پہلو پر غور ہوتا رہا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں آج کیمپ میں سرحد کے تمام احباب سے خطاب کر رہا ہوں۔ کانگریس نے اپنی قرارداد میں جو مطالبہ کیا ہے۔ وہ جہاں ہندوستانیوں کے لئے اچھا ہے۔ وہاں اس میں خود انگریزوں کا بھی فائدہ ہے۔ اگر انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد کر دیا۔ اور پھر امریکہ کی طرح اسے اپنا اتحادی بنایا۔ تو وہ جنگی کوششوں میں صدقدلانہ تعاون پیش کرنا اپنا فرض سمجھینگے۔

کرپس تجاویز اور کانگریس

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ سر سٹیفورڈ کرپس نے جو کچھ ہندوستان کو پیش کیا تھا۔ کیا اس پر سمجھوتے کا امکان ہے؟ میں اس کے متعلق اعلان کرتا ہوں کہ اب وہ وقت نہیں۔ اب دنیا کے حالات اس قدر بدل گئے ہیں کہ

کرپس تجاویز کا تو ذکر ہی نہیں کرنا چاہیئے۔ اب تو ہم آزادیٔ کامل کے سوا کسی بات کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ہم نے انگریزوں کے اس عذر کو بھی توڑ دیا کہ ہندوستانی آزادی کے مسئلہ میں متفق نہیں۔ کانگرس نے واضح الفاظ میں اس بات کا اعلان کر دیا۔ کہ اگر کانگرس سے کوئی خدشہ ہے۔ اور اس پر اعتماد نہیں۔ تو انگریز اس ملک کو آزاد کر کے اس کی حکومت مسلم لیگ کو ہی سونپ دیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ لیگ سرکار پرستوں کی جماعت ہے تو لیگ کو اختیار دینے میں کیا تامل ہے؟

تحریک کے آغاز کا اعلان

کانگرس کا ریزولیوشن ورکنگ کمیٹی میں پیش ہوگا۔ تاکہ تحریک چلانے کے لئے مہاتماجی کو اختیارات دے دیئے جائیں۔ ممکن ہے کہ مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں کانگرس کی تحریک کافی دیر کے بعد جاری ہو۔ لیکن سرحد میں خدائی خدمتگاروں کی تحریک کا بہت جلد آغاز کر دیا جائے گا۔

خدائی خدمتگاروں کی تحریک کیسے جاری کی جائے گی؟ اس کی صورت یہ ہوگی کہ خدائی خدمتگاروں کو آزاد قبائل اور پولیٹیکل ایجنسیوں میں بھیجا جائے گا۔ تاکہ یہ وہاں کے پٹھانوں کو محبت اخوت اور امن کا پیغام پہنچائیں۔ یہ ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے۔ کہ عین انقلاب کے وقت یہ آزاد لوگ غلط پراپیگنڈے کے زیر اثر ملک میں بد امنی پھیلانے کا موجب نہ بن جائیں۔ اس لئے خدائی خدمتگار ان سے کہیں گے

کہ تم ہمارے بھائی ہو۔ اور ہم تمہارے بھائی ہیں۔ پُرامن انقلاب کرنے میں تم ہمارے معاون بنو۔ تاکہ خدا کی مخلوق انقلاب کی تباہیوں سے بچ سکے۔ اس کے علاوہ خدائی خدمتگار آزاد قبائل اور صوبے کے باشندوں میں گھوم گھوم کر ان کو یہ بتلائیں گے۔ کہ کپڑا۔ غلہ اور دیگر اشیاء ضرورت کے مطابق جمع کریں۔ اور زائد کو فروخت کر دیں۔ تاکہ وہ وقت پر دوسرے لوگوں کے کام آئیں۔

جدید تحریک اور گورنر سرحد کو خط

میں نے اپنی جدید تحریک کے سلسلہ میں گورنر سرحد کو ایک مکتوب کے ذریعہ مطلع کر دیا ہے۔ کہ اگر حکومت نے ہمارے اس کام پر جو سراسر خدمت خلق پر مبنی ہے۔ اور جس میں حکومت اور عوام دونوں کا بھلا ہے مداخلت کی اور گرفتاریاں کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ تو میں اپنے آپ کو سب سے پہلے اس نیک مقصد کے لئے پیش کر دوں گا۔ اگر بمبئی کانگرس ورکنگ کمیٹی تک حکومت نے ہمارا مطالبہ آزادی تسلیم نہ کیا تو ۱۹۲۰ء سے لیکر اس وقت تک جتنی تحریکیں ہو چکی ہیں۔ ان سب کو استعمال کیا جائیگا۔ یہ تحریک صرف انفرادی اور صرف کانگرس کی ہی نہ ہوگی بلکہ ہندوستان گیر تحریک ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ہی جیلوں میں بھی یہ کام جاری رہے گا۔

میں آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جب آپ لوگ اپنے گاؤں میں جائیں تو میرا یہ پیغام لوگوں تک پہنچا دیں۔ میں یہ بتا دوں کہ تحریک کے آغاز سے پہلے ملک بھر میں ہڑتال ہوگی۔

قومی مرکز سردریاب

۲۳ جولائی کو فخرِ افغان خان عبدالغفار خان نے مرکز سردریاب کے سنگِ بنیاد کے طور پر ایک چھپر کے لیے ایک ستون گاڑا اور اس کے بعد فوراً چھپر تیار کیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے پشتو میں افتتاحی تقریر فرمائی۔

قومی مرکز سرریاب

بھائیو! آج ہماری مدت کی آرزو پوری ہو گئی۔ ہم یہاں اپنے مرکز کا افتتاح کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ جس کے لئے ہم ایک عرصہ سے کوشش کر رہے تھے۔ مجھے صورت حالات سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اب تک ہمیں اپنے مقصد میں اس لئے کامیابی نہیں ہوئی۔ کہ ایک بڑی حد تک ہماری راہ میں مخالفوں کا پراپیگنڈا حائل تھا۔ لیکن پھر آج ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر جماعت اور ہر تحریک کے لئے ایک مرکز اشد ضروری ہے۔ جہاں سب مل کر کام کر سکیں۔ جو لوگ ایک مرکز پہ جمع نہیں ہوتے وہ کبھی اپنے مقصد سے ہمکنار نہیں ہو سکتے مجھے وقتاً فوقتاً ایسی خبریں پہنچتی رہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس مرکز کے التوا میں مخالف طاقتوں کا ہاتھ کس طرح کارفرما رہا ہے۔ اور اب وہ بیرون سرحد کے رجعت پسند اخبارات کے علاوہ رجعت پسند نام نہاد علماء کو بھی اپنے پراپیگنڈا کے لئے آلۂ کار بنا رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ کہ ہم یہاں گاندھی آشرم یا دھرم سالہ بنانا چاہتے ہیں۔ غرضیکہ اس طرح وہ ہمارے خلاف نفرت پھیلانے کے تمام ناجائز ذرائع عمل میں لاتے ہیں اور رہے

ہیں۔ لیکن اس پراپیگنڈے کا اثر غیور پٹھانوں پر کچھ بھی نہ ہوا۔ اور خدا نے ہمارے مخالفوں کو اس طرح ایک عبرتناک شکست دی۔

میں یہاں اعلان کرتا ہوں کہ مجھے رجعت پسند اخبارات اور حکومت کے غلط پراپیگنڈے کی ذرہ بھر پروا نہیں۔ کیونکہ ہمارے مخالف حق پر نہیں باطل پر ہیں اور وہ ہمارے خلاف صرف اپنے روپیہ کے زور سے پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ میں اپنے مخلص مجاہدوں یعنی خدائی خدمتگاروں کو خبردار کرتا ہوں۔ کہ اپنے دوستوں اور دشمنوں میں چرواہوں اور قصابوں کی مانند تمیز کریں۔ اور ہمیشہ عقل و فکر سے کام لے کر سوچیں اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر جو کچھ خود سمجھیں۔ دوسروں کو بھی وہ سمجھائیں۔ تاکہ جو لوگ ہمارے خلاف ذلیل پراپیگنڈا کرتے ہیں۔ عوام اُن کو بھی پہچان سکیں۔ آپ میرا یہ پیغام قوم تک پہنچا دیں۔ کہ وہ کسی بھی غلط اور کمینے پراپیگنڈا سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔

نئی تحریک کا آغاز

عنقریب ہم اسی مرکز سے اپنی نئی تحریک کا آغاز کرنیوالے ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ انشاءاللہ ۲۰ اگست سے ہی اس تحریک کا آغاز کر دیا جائے گا۔ اسی مرکز سے ہی ہمارے خدائی خدمتگار میدانِ عمل کی طرف روانہ ہونگے اور صوبہ کے تمام کارکن اسی مرکز میں جمع ہو کر اپنا کام شروع کریں گے۔ اس کیمپ کے اختتام پر تمام خدائی خدمتگار اپنے اپنے علاقے کے دیہات

میں پھیل جائیں گے اور اپنے نیک مقاصد کی تبلیغ شروع کر دیں گے۔

میری قبر بھی یہاں بننی چاہئے

میں جن کارکنوں کو مناسب خیال کرونگا۔ اُنہیں ۲ ر اگست کو یہاں طلب کر دوں گا۔ اور ان میں سے جن کارکنوں کے متعلق مجھے یہ یقین ہو جائے گا۔ کہ وہ اپنے صبر و تحمل سے عدم تشدد کی جنگ میں پورے اُتر سکیں گے۔ اُن کے قافلے میدانِ عمل کی طرف روانہ کرونگا۔
بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ اس وقت جب کہ جنگ کی وجہ سے حالات بدل رہے ہیں۔ ہمیں مرکز کے لئے یہ جگہ نہ لینی چاہیے تھی۔ لیکن میرا یقین ہے کہ ہمیں اس مرکز میں ہی جمع ہونا چاہیئے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ میری قبر بھی یہاں ہی بننی چاہیئے۔

خدائی خدمتگاروں سے خطاب

۳۰ جولائی ۱۹۴۴ء کو ہری پور جیل میں خدائی خدمتگاروں کے سامنے یہ تقریر ارشاد فرمائی گئی

خُدائی خدمتگاروں سے خِطاب

بھائیو! خدائی خدمتگار تحریک ایک نیک اور مذہبی خلاقی۔ سیاسی تحریک ہے۔ اس کی غرض بنی نوع انسان کی خدمت۔ اور ان میں محبت۔ خلوص۔ ہمدردی رواداری اور جذبۂ برادری پیدا کرنا ہے۔ ہر وہ شخص جو خدا کی مخلوق کی خدمت کر کے اس کی رضا کا طالب ہے۔ امیر۔ فقیر۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ اس جماعت کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر خدائی خدمتگار کا فرض اولین ہے کہ قتل۔ رہزنی۔ ڈاکہ۔ بے حیائی۔ شراب نوشی اور ہر قسم کی بدعتوں سے اجتناب کرے۔ جھوٹ بولنا۔ غیبت کرنا۔ چغلخوری و حسد۔ پارٹی بازی کا شکار ہونا۔ اِنتقام لینا۔ اس تحریک کے پاک اصولوں کے خلاف ہیں۔ سچا خدائی خدمتگار وہی ہے۔ جو سچ بولے۔ دیانتدار اور انصاف پسند ہو۔ محنت سے جی نہ چرائے۔ دوسروں کی محنت سے شکم سیری نہ کرے۔ حرام خور نہ ہو۔ خدا کی راہ میں اور اس کے بندوں کی خدمت کے راستہ میں مال و جان قربان کر دے۔ اور خدمتِ خلق میں مصروف رہے۔ ہر خدائی خدمتگار کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ خود غرضی مکر و ریاکاری۔ حرص و لالچ۔ خواہشاتِ نفس۔ غرور و نخوت سے پرہیز کرے۔ اس لئے کہ یہ بد عادتیں انسان کی دشمن

ہیں۔ اور ان کے باعث انسان ہمیشہ برباد و تباہ رہتا ہے۔ ہر خدائی خدمتگار کو چاہئے۔ کہ تعلیم حصولِ علم کے لئے کوشش کرے۔ علم جاننے کو کہتے ہیں۔ علم روشنی ہے۔ اور جہالت اندھیرا۔ علم کے بغیر انسان اچھے بُرے کی تمیز نہیں کر سکتے۔ انسانی ترقی کا دارو مدار علم پر ہے۔ علم اور عمل گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ جب تک دونوں پہیے درست نہ ہوں۔ گاڑی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح اگر آپ علم اور نیکی حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ تو اپنی منزلِ مقصود پر نہ پہنچیں گے۔

جذبۂ نفرت

انسانی تباہی کا باعث نفرت ہے۔ دُنیا کی بڑی بڑی سامراجی طاقتیں جب نفرت کی چٹان سے ٹکرائیں تو پاش پاش ہو کر رہ گئیں۔ مختلف فرقوں، مختلف گروہوں۔ مختلف عناصر میں نہیں۔ بلکہ ایک ہی نظریے کے قائل دوستوں کے درمیان بغض و نفرت کے شعلے بلند ہوئے۔ تو وہ اس میں بھسم ہو کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ ہندوستان کی موجودہ کشمکش بھی نفرت کا نتیجہ ہے کیا ایک ہی مادرِ وطن کے فرزند ایک دوسرے کو آنکھیں نہیں دکھا رہے۔ نفرت قتل و غارت کی بنیاد ہے۔ نفرت انسانیت کی بربادی کا موجب ہے۔ نفرت کو دُور کرنے کے لئے میری یہ بات یاد رکھو کہ جس آدمی کے دل میں ہر لمحہ یہ خیال رہتا ہے۔ کہ فلاں نے میری توہین کی ہے۔ میری غیبت کرتا ہے۔ مجھے برباد کرنے کی مذموم تجاویز پر غور کرتا ہے۔ اس کے دل سے

کبھی نفرت نہیں جاتی۔ لیکن جن کے دل میں یہ خیالات نہیں ہیں۔ اُس کے دل میں کبھی نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ نفرت، نفرت سے دور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ محبت سے دور ہوتی ہے۔ اس لئے نفرت محبت کے ساتھ اور بدی نیکی کے ساتھ فتح ہو سکتی ہے۔

بھائیو! قہر ایک نشہ ہے اور اس نشے کے تحت انسان بڑے سے بڑا کام کر بیٹھتا ہے۔ اور ایسی چیزیں کھو بیٹھتا ہے کہ تمام عمر پشیمانی رہتی ہے۔ اور اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ غصے کے وقت انسان کو اس کی عقل جواب دے دیتی ہے۔ اور وہ اچھے کام کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ خدائی خدمت گار ایک نئی برادری ہے۔ حقیقت میں وہ ہر اس شخص کا بھائی ہو سکتا ہے۔ جو اس کا خیر خواہ ہو۔ اس کے غم اور خوشحالی میں شریک ہو۔ اس کی عزت اپنی عزت سمجھتا ہو۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جتنی دوستوں کی عزت زیادہ ہو گی۔ اتنی ہی جماعت ترقی کرے گی۔ لیکن حیف ہے کہ ہمارے بعض ساتھی یہ بات نہیں سمجھ سکتے۔ اگر ہمارا ایک ساتھی تھوڑا سا رسوخ پیدا کر لیتا ہے تو یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اُسے اُلٹا برباد کرنے کی تجویزیں سوچنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ وہ اپنی پاک خدائی خدمتگار تحریک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ دوسروں کو گرانے سے کوئی آدمی بڑا نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص بڑا ہونا چاہتا ہے۔ تو اُسے چاہیئے کہ وہ دوستانہ اور محبت پر مبنی جذبات اپنے اندر پیدا کرے۔

اس قسم کے لوگوں کی موجودگی ہماری جماعت میں کوئی نئی بات نہیں

ہے۔ اگر آپ دُنیا کی تحریکوں اور جماعتوں پر نظر کریں۔ تو آپ کو یہ معلوم ہوگا
کہ اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں اور ہر جماعت میں موجود رہے ہیں۔
اس قسم کے لوگوں سے غافل نہ رہو۔ اُن سے غافل رہنا یا ان کا لحاظ کرنا
اپنی تحریک کو تباہ کرنا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کی اصلاح کریں۔

جمہوریت

بعض خدائی خدمتگار جمہوریت و مساوات کا سوال زیر بحث لاتے ہیں۔
میں یہ نہیں کہتا کہ بحث و مباحثہ بیکار ہے۔ بحث و مباحثہ بُرا نہیں۔ میں
ہمیشہ کہتا ہوں کہ بحث و مباحثہ تو کرو۔ کہ اس سے انسان کی معلومات میں
اضافہ ہوتا ہے۔ بحث کسی مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ مخالفت
کے لئے نہیں۔ جس طرح سمجھنے کے لئے بحث میں فائدہ ہے۔ اس طرح
مخالفت کے خیال میں نقصان اور عذاب ہے۔ دوسری ضروری بات یہ ہے
کہ بحث ان باتوں میں چاہیئے۔ جن سے ہمارے علم میں اضافہ ہو۔ اور ان
سے ہمیں روشنی حاصل ہو۔ اس لئے پہلے علم حاصل کرو۔ اور سمجھنے کی اہلیت
پیدا کرو۔ پھر بحث کرو۔ جمہوریت عوام کی حکومت کو کہتے ہیں۔ یہ حکومت
کا ایک ایسا طریقہ ہے کہ قوم اور ملک کی بہتری کے لئے حکومت کے اختیارات
عوام کے نمائیندوں کو حاصل ہوں۔ آج کی جمہوریت صرف نام کی ہے جو قومیں
امریکہ۔ انگلستان۔ فرانس روس میں جمہوریت کی دعویدار ہیں۔ وہاں بھی صحیح
معنوں میں جمہوریت نہیں۔ ہر ملک میں صرف چند آدمی ہیں۔ جن کے ہاتھوں

میں حکومت کی باگ ڈور ہے۔ جو اُن کے دل میں آتا ہے کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے مکر و فریب سے اپنی ذاتی اغراض کے لئے مخلوق کو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں۔ اور اسے جمہوریت کہتے ہیں سچی جمہوریت دُنیا میں جب ہی قائم ہو سکتی ہے۔ کہ ہر ایک آدمی اس بات کو سمجھ لے کہ میری رائے اور ووٹ کا حقدار کون ہے۔ ہمیشہ اپنا ووٹ اُس آدمی کو دینا چاہیئے۔ جو اپنی قوم اور مُلک کا خیر خواہ اور اُس کی ترقی کے لئے مفید ثابت ہو۔ لیکن آج آپ دیکھیں کہ دُنیا دوستی۔ رسوخ۔ خوشامد۔ رشتہ داری اور تعلقات کی بنا پر ووٹ حاصل کرتی ہے۔ اور غریب۔ دیانت دار اور ایماندار کو پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ووٹ نہیں دیتا۔

مساوات

مساوات برابری کو کہتے ہیں۔ اور انسان کے حقوق برابر ہیں۔ رُتبہ اور درجہ میں برابری نہیں ہو سکتی۔ انسانی عقل اور فکر و سمجھ میں خُدا نے فرق پیدا کر رکھا ہے۔ البتہ ہر ایک آدمی کو آرام اور خوشحالی میں برابر کا حِصّہ ملنا چاہیئے۔ لیکن یہ مساوات اس وقت تک قوم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک قوم کے ہاتھ قوت اور طاقت نہ آجائے۔ دُنیا کی حکومتوں پر غور کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ اُس وقت تک اُن میں مساوات قائم نہ ہوئی جب تک اُن کے قبضہ میں حکومت نہیں آئی۔

بالشویکوں کو دیکھئے۔ جب تک انہوں نے حکومت نہ لی تھی۔ اس وقت تک مساوات نہ تھی۔ جب طاقت آگئی۔ تو مساوات بھی آگئی۔ اگر آپ بھی مساوات چاہتے ہیں۔ تو طاقت و حکومت حاصل کریں۔

کانگرس اور خدائی خدمتگار

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب تک صوبہ سرحد میں کانگرس کا وجود مستحکم صورت میں قائم ہے۔ اس کے تمام اعضاء آل انڈیا کانگرس کے اشاروں پر متحرک رہتے ہیں۔ تو پھر ایک الگ تحریک یا جماعت کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کانگرس ایک ایسی جماعت ہے۔ جو آزادیٔ ہند کے لئے انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ تیغ و شمشیر کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ موت سے مردانہ وار کھیل سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ملک کی بہتری کے لئے پارلیمنٹری پروگرام کو بھی اپنا سکتی ہے لیکن خدائی خدمتگار تحریک خالص انقلابی جماعت ہے۔ اس کا پارلیمنٹری پروگرام سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اس جماعت کا وہی شخص ممبر رہ سکتا ہے۔ جو پکا انقلابی ہو اور ایک فوجی کی طرح ادنٰے سے اشارے پر پروانہ وار قربان ہونے کا جذبہ رکھتا ہو۔

سرخپوش

سپاہی اپنے وطن کا ہوں سرفروش ہوں میں

عدو کی آنکھ کا کانٹا ہوں سرخپوش ہوں میں

حرام ہے میرے مذہب میں فکرِ آسائش

وطن کی جنگ میں ہر دم کفن بدوش ہوں میں

خمار بن نہیں سکتا ہے میرا نشہ کبھی

شرابِ خانۂ الفت کا بادہ نوش ہوں میں

—— خان غازی کابلی ——

فخرِ افغان کا پٹھانوں سے خطاب

رہائی کے بعد
اتمان زئی اور عمر زئی کے اجتماعات میں

فخرِ افغان کا پٹھانوں سے خطاب

بہنو! اور بھائیو! میں آپ لوگوں کی اس محبت کا جس کا اظہار آپ نے کیا ہے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور خداوند تعالےٰ کی حمد اور ثنا کرتا ہوں۔ کہ اس کے فضل و کرم اور مہربانی نے ہمیں پھر ایک مدت کے بعد ایک جگہ جمع ہونے کا موقعہ دیا۔ پیارے بھائیو! میں اُن تکالیف کو محسوس کرتا ہوں۔ جو میرے جیل جانے کے بعد آپ کو پہنچی ہیں۔ لیکن قوموں کی آزادی کی جدّ و جہد کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ کہ آزادی کی نعمت تکلیف اور مصیبتیں برداشت کئے بغیر نہیں ملا کرتی۔ اور اس راہ میں مشکلات کو خندہ پیشانی برداشت کرنا ضروری ہے۔ دوسری قوموں پر آزادی کی جدّ و جہد میں جتنی تکلیفیں اور مصیبتیں گذری ہیں۔ ہم نے ابھی تک اتنی تکلیفیں نہیں اُٹھائی ہیں۔ تاہم ہم نے جس قدر قربانی اس راہ میں کی ہے۔ خدا کی مہربانی اور احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں اپنی قربانی سے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے

ضروری باتیں

آج میں آپ لوگوں سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس

لئے کہ مَیں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ مَیں جو کچھ کروں۔ اس سے آپ لوگوں کو بے خبر رکھوں اور نہ مَیں اپنی باتوں کو آپ لوگوں سے چھپا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ باتیں یہ ہیں کہ آج کل ہر جگہ پارٹی بازیاں ہیں۔ اور لوگ یہ باتیں کرتے نظر آتے ہیں کہ ہم نے جس آزادی کا اعلان ستمبر ۱۹۴۲ء میں کیا تھا۔ کیا آزادی ہمیں مل گئی؟ اگر نہیں تو کیا یہ اعلان قائم ہے یا واپس لے لیا گیا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ یہ اعلان ہمارا نصب العین ہے۔ اسے کسی طرح ترک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قائم ہے اور رہے گا۔ جب تک ہمیں آزادیٔ کامل کی نعمت حاصل نہ ہو۔ آزادی کے حصول کے لئے جو پروگرام مرتب کئے جاتے ہیں۔ ان میں حالات کے مطابق تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جیسے کہ آپ لوگوں نے موجودہ جنگ میں دیکھا ہوگا۔ کہ روسی۔ جاپانی اور جرمنی جرنیلوں نے کبھی مورچے آگے لگائے اور کبھی پیچھے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہ ہوتا تھا کہ وہ جنگ سے یا اپنے مقاصد سے دستبردار ہوگئے۔ بس یہی حالت ہماری جنگ کی ہے۔ کہ ۴ ستمبر کا اعلان یعنی نصب العین موجود ہے۔ البتہ پروگرام میں تبدیلی آگئی ہے۔ جب تک ہماری زندگی ہے۔ ہم یہ کوشش جاری رکھیں گے۔ کہ قوم اور وطن کو آزادی کی دیوی سے ہمکنار کریں۔ جس طرح ۴ ستمبر ۱۹۴۲ء کو ہم فرنگیوں کی غلامی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ آج بھی نہیں تسلیم کرتے۔ اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اس ملک کے عوام کی حکومت ہونی چاہیئے۔ موجودہ حکومت ہماری مرضی کے خلاف ہے۔ اور بزور قائم ہے۔ جو لوگ جیلوں

سے رہا ہوکر آتے تھے۔ میں ان کو بھی یہی کہتا تھا۔ کہ باہر جاکر اپنی جدوجہد جاری رکھنا۔ آج بھی میں سب سے کہتا ہوں۔ کہ آزادی کی جدوجہد اس وقت تک جاری رہنی چاہیئے۔ جب تک ہم اپنے منزل مقصود پر نہ پہنچ جائیں۔

تشدّد اور عدم تشدّد کی جنگ

ایک اور ضروری بات یہ ہے۔ جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ جنگ دو طرح کی لڑی جاتی ہے۔ ایک تشدّد سے اور دوسری عدم تشدّد سے یعنی صبر سے۔ تشدّد کی جنگ میں فتح و شکست دونوں کا امکان ہے۔ لیکن عدم تشدّد کی جنگ میں شکست کا احتمال تک نہیں۔ اس میں ہمیشہ ہی فتح ہے۔ تشدّد سے قوموں میں نفرت اور بغض و کینہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ دوسری اور تیسری جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح ۱۹۱۴ء کی تشدّد کی جنگ کا نتیجہ موجودہ خونریز جنگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لیکن عدم تشدّد قوموں میں محبّت پیدا کرتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ امن ہے۔ اور یہ عدم تشدّد کی جنگ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے۔ یہ جنگ وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کی زندگی میں لڑی تھی۔ لیکن جو لوگ عدم تشدّد کے اصول سے ناواقف ہیں۔ ان کو یہ غلط فہمی ہے کہ ہم کو شکست ہوگئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم جب

۱۹۳۱ء میں جیلوں سے باہر آئے۔ تو قوم میں ہمدردی اور محبت کے جذبات کس قدر بڑھے ہوئے تھے۔ پھر ۱۹۳۲ء میں حکومت نے ہم پہ جو ذلت آمیز تشدد روا رکھا اور مجھے آپ سے چھ سال کے لئے جدا رکھا گیا۔ لیکن حکومت ہمارے جذبات کو نہ دبا سکی۔

آزادی کی تیسری جنگ

ہم نے ۱۹۴۲ء میں تیسری عدم تشدد کی جنگ لڑی اور آج ۱۹۴۵ء میں ہم دیکھتے ہیں کہ قوم میں جذباتِ محبت اور بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ میں آج آپ کے چہروں کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ آپ میں ملک اور قوم کی ذلت کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اور جب کسی قوم میں اپنی ذلت کا احساس پیدا ہو جائے۔ اور وہ ذلت کو دُور کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ تو پھر اس کو دُنیا کی کوئی طاقت تشدد سے نہیں دبا سکتی۔ آخر جب فرنگی ہمارے جذبۂ حریت کو بزور نہیں دبا سکے۔ تو پھر شکست کہاں ہوئی۔

وزارتوں کا مسئلہ

تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ وزارت کے تمام پر بحثیں کرتے ہیں میں اس سلسلہ میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جب میں جیل میں تھا تو میرے پاس کچھ لوگ اس سلسلہ میں آئے تھے۔ تو میں نے ان سے کہہ دیا تھا۔ کہ میں وزارتوں کے قطعاً خلاف ہوں۔ یہ اس لئے بھی کہ یہ ہمارے

اعلان ۲۴ ستمبر ۱۹۴۲ء کے خلاف ہیں۔ میں جن کاموں میں لوگوں کا فائدہ نہیں دیکھتا۔ اس کے متعلق جرأت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا کرتا ہوں۔ میں جو قوم کی خدمت کرتا ہوں۔ تو یہ کسی معاوضہ کے لئے ہرگز نہیں کرتا۔ اگر مجھے آپ لوگوں نے اپنا بڑا اور جرنیل مقرر کیا ہے۔ تو پھر یہ میرا کام ہے کہ میں سوچوں۔ آپ کا بھلا کس بات میں ہے اور کس بات میں نہیں ہے میں اگر وزارت سے اتفاق نہیں کرتا۔ تو اس لئے کہ پرانا تجربہ ان کے خلاف ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ گذشتہ وزارت کے دنوں میں تحصیلوں۔ کچہریوں اور تھانوں میں آپ لوگ چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ اور خدائی خدمتگاروں نے نوابوں اور خانوں کی جگہ لے لی تھی۔ اور سفارشوں پہ قوم کی توجہ مرکوز ہو گئی تھی۔ اور جب اُن کے مطالبات پورے نہ ہوتے تھے۔ تو وہ ایسے پراپیگنڈے کیا کرتے تھے کہ الامان و الحفیظ۔ میں ایسی حکومت نہیں چاہتا۔ جس کو عوام کی خدمت کرنے کا اختیار ہماری مرضی کے مطابق نہ ہو۔ ہماری تمام جدوجہد ایسی طاقت کے حصول کے لئے ہے۔ جس میں خدا کی مخلوق کی آزادانہ طور پر خدمت کر سکیں۔ میں حکومت کے لئے طاقت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ خدا کی مخلوق کی خدمت کے لئے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ وزارت میں فرنگیوں نے وزارت سے تعاون نہیں کیا۔ بلکہ اس کے سامنے طرح طرح کی مشکلات پیدا کیں۔ اب بھی میں نے ان کو یہ موقع دیا ہے۔ اگر موجودہ وزارت نے عوام کی خدمت نہ کی اور فرنگیوں نے

ان کے ساتھ تعاون نہ کیا۔ تو میں اس کے لئے ذمہ داری قبول نہیں کرونگا۔

حق و باطل

میں ہمیشہ آپ لوگوں سے وہی کہتا ہوں جس میں آپ کا بھلا ہو۔ دنیا کی تاریخوں۔ تمام الہامی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ جس قوم نے طاقت حاصل کر کے مظالم روا رکھے۔ مظلوموں میں سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے ظلم کے خلاف نعرہ بلند کیا۔ اور اس کے تدارک کے لئے میدان میں ڈٹ گئے۔ باوجود اس کے کہ ظالم طاقتور تھے۔ اور مظلوموں کے حامی تھوڑے اور کمزور تھے۔ لیکن ہمیشہ حق کے مقابلہ میں باطل کو شکست فاش ہوتی رہی۔ ظلم یعنی باطل کا مقابلہ کوئی بڑی جماعت نہیں کر سکتی۔ بلکہ چھوٹی جماعت ہی اس کے لئے کافی ہوتی ہے۔ لیکن اس جماعت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ان میں اخلاص اور اخلاق ہو۔ محبّت ہو۔ اِتفاق ہو اور اس جماعت کے لوگوں کے ارادے مضبوط اور ذاتی اغراض سے پاک ہوں حق کے مقابلہ میں نہ صرف باطل کو شکست ہی ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے تمام ساتھیوں اور معاونوں کا نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جایا کرتا ہے۔

حزب اللہ

اہل حق کی جماعت کو قرآن میں حزب اللہ (خدائی خدمتگار) کہا گیا ہے اور

جو لوگ باطل کے طرفدار ہیں۔ ان کو حزب الشیطان کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ پس جو ظالموں کا دوست ہے۔ وہ باطل کا دوست ہے۔ اس کا شمار حزب الشیطان میں ہے۔ جس وقت باطل کی تباہی ہوگی۔ وہ اس کے ساتھ تباہ ہوگا۔ میرے دل میں خدا نے آپ کی ایسی محبت پیدا کی ہے کہ اگر آپ میری مخالفت بھی کریں۔ تو یہ مخالفت بھی مجھے آپ کی خیر خواہی سے نہیں روک سکتی۔ اس لئے میں آپ لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ میرا پیغام قوم کو پہنچا دو۔ کہ وہ باطل سے علیحدہ ہو جائے۔ باطل تباہ ہونے کو ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم سب اس کی دوستی میں تباہ ہو جاؤ۔ میں دکھ بھرے دل سے یہ بات کہتا ہوں۔ کہ آپ میرے رفیق اور دوست بنیں یا نہ بنیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔ میں کسی کو زبردستی اپنا ساتھی بنانا نہیں چاہتا۔ میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔ لیکن باطل سے ضرور جدا ہو جانا چاہیئے۔ اور اس کی دوستی سے باز آ جائیے۔ مجھے اس بات سے انتہائی دکھ پہنچتا ہے کہ ہمارے بعض بھائی ہم سے اپنے آپ کو جدا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام پٹھان قوم ایک ہی باپ کی اولاد ہے۔ اُن کا غم اور خوشی ایک ہے۔ ہم سب ایک ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمارا نفع نقصان ایک ہے۔ ایسی حالت میں ہم ایک دوسرے سے کس طرح جدا ہو سکتے ہیں۔ میں کسی کو اپنے سے جدا نہیں سمجھتا۔ اس لئے جو لوگ ہم سے اپنے آپکو جدا سمجھتے ہیں۔ انکو بھی اس مسئلے پر غور و فکر کرنا چاہیئے اور میری ان باتوں کو غور سے سننا چاہیئے۔ آخر میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپنے نہایت سکون سے میری باتوں کو سُنا۔

پٹھان آزادی پسندوں کے ساتھ ہیں

نئی دہلی ——— ۸-اپریل

پٹھان آزادی پسندوں کے ساتھ ہیں

صُوبہ سرحد ہندوستان کا دروازہ ہے۔ تاہم باقی ملک اس کے مسائل کو نہیں سمجھ سکا۔ دیہات کے غیور پٹھان ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ سب آزادی پسند ہیں۔ اور غلامی سے دلی نفرت کرتے ہیں۔ ۱۹۴۲ء کی تحریک .... میں غیور پٹھانوں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ صبر و استقامت کا دامن انتہائی اشتعال کی صورت میں بھی نہیں چھوڑتے۔

میرا بھائی وزیر بن سکتا ہے
میں نہیں!

بمبئی ـــــــ ۱۵ر اپریل

میرا بھائی وزیر بن سکتا ہے میں نہیں!

لوگ سرحد کی وزارت کے بارے میں میری رائے پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اگرچہ ڈاکٹر خان صاحب میرے بھائی ہیں۔ لیکن میرے دوستوں کو ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہم دونوں ہر بات میں ہمخیال ہیں۔ وہ وزیر اعظم بن سکتے ہیں۔ میں نہیں بن سکتا۔ مجھے پارلیمنٹری طریق کی سیاست پر یقین نہیں۔ میری سیاسیات تو یہ ہیں۔ کہ لوگوں کی خدمت کی جائے اور دوسروں کو اس کام کے لیے میدان میں آنے کی دعوت دی جائے۔ ایسے قومی خدام کا نام میں نے خدائی خدمتگار رکھا ہے۔ لیکن مجھ میں اتنی رواداری ہے۔ کہ جو لوگ اسمبلی میں جانا اور عہدے قبول کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اس وقت تک برداشت کروں۔ جب تک وہ کسی نہ کسی صورت میں عوام کی خدمت کرتے رہیں۔

جیل کی کہانی فخر افغان کی زبانی

دہلی ۔ ۷ر اپریل

خان عبدالغفار خان نے نمائندگان پریس سے بات چیت کرتے ہوئے اپنی نظر بندی کے دوران جیل میں بدسلوکی کی شکایت کی اور اپنے انٹرویو میں جو کچھ بتایا اُسے ایسوسی ایٹڈ پریس کے حوالے سے درج کیا جاتا ہے۔

جیل کی کہانی اپنی زبانی

ایبٹ آباد جیل میں مجھے جس کوٹھڑی میں رکھا جاتا تھا۔ اگر اُسے کبوتروں کے ڈربے سے تشبیہ دی جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ وہاں مجھے اکیلے رہنا پڑتا تھا۔ اور کسی سے ملنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ جیل میں میرے ساتھ سی کلاس کے قیدیوں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ مجھے جو خوراک دی جاتی تھی وہ نہ صرف کھانے کے ہی قابل نہ تھی۔ بلکہ اس میں ریت اور کنکر بھی پائے جاتے تھے۔ جب کبھی برف پڑتی۔ تو مجھے آگ کے بغیر ہی اپنی کوٹھڑی میں رہنا پڑتا تھا۔ اس قید تنہائی اور ناقص خوراک کی بدولت میں جیل میں سخت بیمار ہو گیا۔ میری بیماری کے دوران جیل کے افسروں نے مجھے کوئی طبی امداد مہیا نہیں کی۔ ان حالات میں میں نے حکومت کو لکھوایا کہ شفایابی کے متعلق مجھے صرف خدا ہی پر بھروسہ ہے۔ مجھے گرفتاری سے پہلے اس بُری طرح زد و کوب کیا گیا کہ میری دو پسلیاں ٹوٹ گئیں لیکن اسی روز ایکس رے کے ذریعہ معائنہ کے بعد گورنمنٹ نے پریس کو یہ بیان دیا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔ سنہ ۱۹۴۲ء کی تحریک کے دوران حکومت خدائی خدمتگاروں کے خلاف ان کی امداد کے بغیر کوئی پبلک

جلسہ نہیں کراسکی۔

حکومت کے وقار کا جنازہ

اگر ہندوستان کے کسی حصّہ میں برطانوی گورنمنٹ کا وقار ختم ہو چکا ہے۔ تو وہ صرف صوبہ سرحد ہے۔ یہ کسی پراپیگنڈے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ حکومت کی اپنی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ سرحد کے غیور پٹھانوں نے عدم تشدّد پر کاربندرہ کر جو اعلےٰ مثال قائم کی ہے۔ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ پٹھانوں نے انتہائی اشتعال کے باوجود صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ خدائی خدمتگاروں کا مقصد خدمت خلق ہے۔ عوام کے یہ خادم نہ صرف کانگرسی جلسوں کا انتظام کرتے ہیں۔ بلکہ مسلم لیگ اور دوسرے مخالف پارٹیوں کے جلسوں میں بھی خدائی خدمتگار امن قائم کرتے ہیں۔

پشاور پولیٹیکل کانفرنس

منعقدہ شاہی باغ فخر افغان آباد

۲۲، ۲۳، ۲۴- اپریل ۱۹۴۵ء

خان عبدالغفار خان کی تقریر

۲۴-اپریل کو ٹھیک ۱۰½ بجے دن پشاور پولیٹیکل کانفرنس کے کھلے اجلاس میں فخرِ افغان خان عبدالغفار خان نے ذیل کی تقریر ارشاد فرمائی۔

بھائیو! میں چاہتا ہوں کہ آپ نہایت خاموشی کے ساتھ میری چند ضروری باتیں سُنیں۔ مَیں خدائی خدمتگاروں اور تمام بنی نوعِ اِنسان کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔ بہت سے لوگ وقتاً فوقتاً میرے پاس آتے ہیں۔ اور حالاتِ حاضرہ کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ جس سے میرا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس وقت جو حالات ہیں۔ وہ آپ کے سامنے بیان کروں۔

مَیں جو کچھ چاہتا ہوں اور جو میرا مقصد ہے۔ اس کے حصول میں اگر آپ لوگ میری امداد نہیں کر سکتے۔ تو کم از کم اتنی مہربانی تو کریں۔ کہ مجھے میرے کام کے لئے آزادی دے دیں۔ لوگ پوچھتے ہیں۔ خان بادشاہ! ۴ ستمبر ۱۹۴۲ء کو جو اعلانِ آزادی کیا گیا تھا۔ اس کا کیا حشر ہوا۔ اور دوبارہ وزارت کے قیام کے متعلق بھی دریافت کرتے ہیں۔ مَیں ایسے تمام لوگوں سے کہتا ہوں۔ کہ ہماری

آزادی کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ اور جو لوگ مجھ سے میرے اصول کے خلاف وہ کچھ کہتے ہیں۔ جو صرف ان کے دل میں ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی تمام خدائی خدمتگار میری باتوں کو غور سے سنیں۔ ۴ ستمبر کو جو اعلان ہم نے کیا تھا۔ وہ بدستور موجود ہے۔ آزادی یعنی اپنے ملک کے لئے اختیارات حاصل کرنا۔ یہ ہمارا نصب العین ہے۔ اور ہم اپنے وطن میں یہی چاہتے ہیں۔ اب اس کے حاصل کرنے کی بات رہ جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا جاتا ہے۔ ایک طریقہ ہوتا ہے۔ ہم نے ایک پروگرام کے تحت اور ایک طریقہ سے جدوجہد شروع کی تھی۔ لیکن حصولِ مقصد کے لئے جو پروگرام مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں بسا اوقات تبدیلیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن نصب العین قائم رہتا ہے۔ اس میں تبدیلی عمل میں نہیں آتی۔ آپ اس بات پر غور نہیں کرتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں ہمارا مقصد ملک کی مکمل آزادی ہے۔ اور اس کے لئے جو پروگرام بنائے جائیں۔ اس میں تبدیلیاں ہوں گی۔ نصب العین ہرگز نہیں بدل سکتا۔ آپ موجودہ جنگ کو دیکھیں۔ اس میں جرنیل وقتاً فوقتاً پروگراموں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔ پروگرام قوم اور قوم کی طاقت کو دیکھ کر بنائے جاتے ہیں۔ ہم نے ۴ ستمبر کو اس مقصد کے حصول کے لئے جو پروگرام مرتب کر کے قوم کے سامنے رکھا تھا۔ اس میں تبدیلی واقع ہوگئی۔ تو اس میں خدائی خدمتگاروں کا قصور نہیں۔ خدائی خدمتگار تو اب بھی سر ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔ قصور اگر ہے۔ تو اس میں قوم کا ہے۔ جس نے پروگرام

پر عمل پیرا ہو کر میدان عمل میں آکر قربانی پیش نہیں کی۔ تاہم خدائی خدمت گاروں اور نوجوانوں نے جو قربانیاں مادرِ وطن کی آزادی کے لئے پیش کی ہیں اس کی وجہ سے ہم منزلِ تک نہیں تو منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

اگر آپ نے، قوم نے ہماری بات پر کان دھرا ہوتا۔ اور اس کو مان کر ہماری مدد کی ہوتی۔ تو آج ہم اپنے پروگرام میں کامیاب اور عروس آزادی سے ہمکنار ہوتے۔ پروگرام کی تبدیلی اور ہماری ناکامی کے باعث آپ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ہماری بات پر عمل کر کے ہماری مدد نہیں کی۔ جب یہ ملک آپ کا بھی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ بھی اس کی خدمت نہ کریں۔

میں پارلیمنٹری آدمی نہیں۔ انقلابی آدمی ہوں۔ جو لوگ جیل میں میرے ساتھ رہے ہیں۔ وہ میرے خیالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ جو لوگ رہا ہوتے تھے۔ تو اُن سے میں کہتا تھا۔ کہ آپ لوگ گھروں میں جا کر آرام سے ہرگز نہ بیٹھیں۔ اور اگر کچھ نہیں کر سکتے۔ تو غلامی کے خلاف آزادی کے نعروں سے تو ملک کی فضا کو گونجا دینا۔ مجھے خوشی ہے کہ خدائی خدمتگاروں نے اپنی ہمت کا ثبوت دیا۔ لیکن افسوس کہ دوسرے لوگوں نے نعرہ لگانے کی ہمت بھی نہ کی۔ آج میں جیل سے واپس آگیا ہوں تو ہر ایک کے چہرے پر سُرخی نظر آرہی ہے۔ اور اپنے کو طاقت ور سمجھ رہا ہے۔ ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا۔ بدستور جاری ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ میں پھر وہی جذبہ پیدا کر دوں۔ اور جب مجھے یقین ہو

جائے کہ آپ لوگ تیار ہیں۔ پھر دیکھتا کہ میں جنگ جاری کرتا ہوں۔ یا نہیں۔ آپ لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ لیکن میں ان سے ہرگز خوش نہیں ہوتا جبتک ان تالیوں کے پیچھے مجھے جذبۂ عمل نظر نہ آئے میں عمل کرتا ہوں اور باعمل لوگوں سے خوش ہوتا ہوں۔

بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنے آپ کو بزرگ اور بڑے عالم کہتے ہیں اور درحقیقت ان میں بعض ہیں بھی۔ لیکن قوم کے لئے کچھ نہیں کرتے ہماری قوم بہت ہی سادہ ہے۔ آج ملک میں کئی قسم کی پارٹیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اور کئی طرح کی باتیں کر کے وقت گذارتی ہیں۔ ان کے سامنے کوئی واضح نصب العین اور پروگرام نہیں۔ لیکن ہمارا نصب العین بھی ہے۔ اور اس کے لئے پروگرام بھی ہے۔ اس وقت میرا پروگرام یہ ہے کہ جو مایوسی آپ میں پیدا ہو چکی ہے۔ اسے دور کروں۔ عدم تشدد میں شکست اور مایوسی کو دخل نہیں۔

وزارت کے متعلق

میرے جیل کے ساتھیوں کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ وزارت تو کیا میں الیکشن کے بھی خلاف تھا۔ آخر دوران جنگ الیکشن کی کیا ضرورت ہے لیکن جب جیل میں آپ لوگوں کی دعائیں اور ختم دیکھے۔ تو اس وقت میں سمجھ گیا۔ کہ آپ لوگ وزارت چاہتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت یہ تھی کہ آپ لوگ قربانی کی زندگی سے تھک چکے تھے۔ میں نے فوراً آپ لوگوں کی نیت کو

کو بھانپ لیا تھا۔ میرے سامنے کبھی تاریکی نہیں ہوتی۔ بلکہ ہمیشہ روشنی میں قدم اٹھاتا ہوں۔ صرف وہی لوگ بھٹک رہے ہیں۔ جو سوچ کر قدم نہیں اُٹھاتے۔ اس لئے میری آج بھی وہی رائے ہے۔ جو پہلے تھی۔ وزارت میں ایسی طاقت نہیں جس سے ہم ملک اور قوم کی صحیح خدمت انجام دے سکیں۔ اس لئے مَیں وزارت کی ذمہ داری میں شامل نہیں۔ میں جیسی ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے مطابق یہ وزارت پوری نہیں اترتی۔ لیکن ہم خدائی خدمتگار ہیں۔ اور ہم میں صبر اور تحمل کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ جو لوگ جیلوں سے باہر تھے اور جن کا عقیدہ پارلیمنٹری پروگرام ہے۔ اور آپ لوگوں کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ اس وقت ملک میں عجیب اندھیر مچا ہُوا ہے۔ اس کے لئے (یہ وزارت) مفید ہو سکتی ہے۔ لوگوں کا مجھ سے مطالبہ تھا۔ اور کہا گیا کہ ہم وزارت کے ذریعہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ چونکہ مَیں خدائی خدمتگار ہوں۔ مَیں نے کہا کہ اگر آپ لوگ اس ذریعہ سے ملک اور قوم کی بھلائی کر سکتے ہیں۔ تو مَیں آپ لوگوں کے راستہ میں رکاوٹ بننا نہیں چاہتا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ عوام کی آج ایک بات ہوتی ہے۔ اور کل دوسری۔ آپ جن لوگوں کے مطالبات اور تکلیفات سے متاثر ہو کر وزارت قبول کر رہے ہیں۔ ایسا وقت آ سکتا ہے۔ کہ یہی عوام اپنی تمام تکلیفوں کو بھول کر آپ کے گلے کا ہار بن جائیں گے۔ بہرحال کو پارلیمنٹری پروگرام کے مطابق اگر میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں کی

مفید خدمت انجام دے رہے ہیں۔ تو پھر میں آپ لوگوں کی امداد بھی کروں گا۔

کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو میرے پاس آکر کہتے ہیں کہ بادشاہ خان! ہم تو جو کچھ کرتے ہیں۔ آپ کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ میں جو کام کرتا ہوں۔ وہ کس لئے کرتا ہوں؟ اگر کوئی میری خوشنودی کے لئے کام کرتا ہے۔ تو میں اس سے کہتا ہوں کہ وہ بیشک نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی اپنا فرض جان کر محض خدا کی خوشنودی کے لئے کام کرتا ہے۔ تو وہ بے شک میرا ساتھی بن جائے۔ اور دنیا کے خلاف صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کام کرے۔ میں بھی جو کچھ کرتا ہوں صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں۔ اور یہ میرا کسی پر احسان نہیں۔ میرا راستہ پُرخار اور تکلیفات کا ہے۔ آپ لوگ اچھی طرح غور کرلیں۔ کہ اگر مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت نہیں کرسکتے۔ تو میرے ہمسفر نہ بنیں اور ہرگز نہ بنیں۔

ہر شخص محض اپنا فائدہ ہی مدّنظر رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے کام کرتا ہے۔ لیکن آپ لوگوں کو وہ کام کرنا چاہیئے۔ جس میں قوم کا بھلا اور فائدہ ہو۔ آپ لوگوں کو ایسا طریقہ تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ قوم اور ملک کی تکلیفیں دُور ہوں۔ آپ جو کچھ مانگیں یا حاصل کریں۔ اپنے لئے نہیں۔ بلکہ ملک اور قوم کے لئے حاصل کریں۔ اسمبلی کے ممبران کو بھی یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے۔ میں نے یہ سب باتیں آپ لوگوں سے اس لئے کی

ہیں۔ کہ آپ میری اور خدائی خدمتگاروں کی پوزیشن کو سمجھ سکیں۔ اور اِس سلسلہ میں پھر میرا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ وہ وقت جو میں نے قوم اور ملک کی بھلائی کے لیے وقف کیا ہے۔

خدائی خدمتگار اور حکام

خدائی خدمتگاروں کی عزت اس میں نہیں کہ وہ حکام سے ملاقاتیں کرتے پھریں۔ بلکہ ان کی عزت عوام سے ملنے اور ان کی خدمت کرنے میں ہے میں بنوں کے اس بوڑھے جرنیل شیر خان کے اس جواب سے بے حد خوش ہوں۔ جب اس کو کانفرنس میں شمولیت سے پہلے ڈپٹی کمشنر نے بلایا۔ تو اس نے جواب دیا کہ "ہم خدائی خدمتگاروں کا یہ کام نہیں۔ کہ ڈپٹی کمشنروں یا حکام سے ملاقاتیں کرتے پھریں"۔ ہمارے سامنے کام کا بہت بڑا وسیع میدان ہے۔ ہم نے اپنی سرحدات کے مسائل بھی حل کرنے ہیں کیوں کہ خدائی خدمتگار بنی نوع انسان کی خدمت کے ذمہ دار ہیں۔ میں نے اغوا اور ڈاکے دور کرنے کے لیے قبائل میں مبلغوں کے وفد بھیجے لیکن حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں حکومت کا کیا نقصان ہے۔ میں آج دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ اگر حکومت آج یہ مسئلہ حل کرنا چاہتی ہے۔ تو ہم اسے اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔ اگر میری تجاویز پر عمل کر لیا جائے گا۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ لوگ جنہیں ہندوؤں اور ہندوستان کا دشمن سمجھا جاتا ہے

وہ ہندوستان کے دوست بن جائیں گے مجھے چند ایسے بے غرض
آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جنہیں میں تربیت دُوں۔ اور پھر وہ بے غرض
صرف خدا کی خوشنودی کے لیئے کام کے لیئے نکل جائیں۔

عدم تشدد کا مسئلہ

عدم تشدد کے مسئلے کو ابھی تک لوگ نہیں سمجھ سکے ہیں۔ میں آج
یورپ کی تباہی اور بربادی کو دیکھتا ہوں کہ وہاں خدا کی مخلوق کے لیئے
ذرہ بھر رحم کا جذبہ نہیں ہے۔ تو میرا عدم تشدد پر عقیدہ اور بھی پختہ ہو
جاتا ہے۔ تشدد کیا ہے۔ نفرت۔ عدم تشدد کیا ہے۔ سراسر محبت۔ آپ
نے تشدد کا حال دیکھا کہ کس طرح دُنیا میں اس کی وجہ سے قتل و غارت کا
بازار گرم ہے۔ جو قومیں تشدد کرتی ہیں۔ انہیں فتح بھی ہوتی ہے۔ اور شکست
بھی۔ لیکن عدم تشدد میں تو شکست کا نام نہیں۔ فتح ہی فتح ہے۔ عدم تشدد
کے جذبہ کو ہی اسلام میں جہاد کیا گیا ہے۔ یہی عدم تشدد ہے۔ آپ اپنی
تحریک کو دیکھیں۔ ۱۹۳۲ء میں جو ڈر اور خوف تھا۔ آج وہ نہیں۔ یہ
کیا چیز ہے کہ اب آپ آگے آگے ہی جا رہے ہیں۔ موجودہ جنگ
تشدد کا نتیجہ ہیں۔ اور جب تک تشدد یعنی نفرت کا جذبہ انسان کے دل
میں زندہ و قائم رہے گا۔ ایک جنگ کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد
تیسری جنگ ہوا کرے گی۔ اور اس طرح دُنیا میں قتل و غارت کے بازار
گرم ہوتے رہیں گے۔ لیکن عدم تشدد کی جنگ کا نتیجہ محبت اور امن ہوتا ہے

سان فرانسسکو کانفرنس

سان فرانسسکو .... میں سامراجی اتحادیوں کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے مخالف اقوام کو پیار اور محبّت یعنی عدم تشدد سے ہی جیت سکتے ہیں۔ پریم اور دوستی اور محبّت یعنی عدم تشدد کو اختیار کرکے ہی آئندہ دُنیا کو تباہی اور بربادی سے بچایا جا سکتا ہے

یہ پنجاب ہے پرے ہی رہو

آخر جولائی میں جب فخر افغان ضلع ہزارہ کے دورے کے لئے اٹک کے پل سے گذرنے لگے تو پنجاب پولیس نے آپ کو علاقہ چھچھ میں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے سے روکا۔ اور خوشحال گڑھ ضلع کوہاٹ لے گئی۔ جہاں سے آپ کو ایبٹ آباد بھیجا گیا۔ یہ بیان فخر افغان نے ۳۰ جولائی کو ایبٹ آباد میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو دیا تھا۔ اپنی حراست کی داستان اپنی ہی زبانی بیان کی ہے

یہ پنجاب ہے

اٹک پر میرے ساتھ جو کچھ سلوک ہوا ہے۔ اس کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس اٹک ذمہ دار ہیں۔ میرا قطعاً ارادہ نہ تھا۔ کہ پنجاب گورنمنٹ کی خواہش کے خلاف کسی پبلک جلسہ میں تقریر کروں۔ جیسا کہ میں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اٹک کے اس نوٹس کے جواب میں لکھا تھا۔ جس کی تعمیل مجھ پر کرائی گئی تھی۔ لیکن میں کسی ایسے حکم کی تعمیل کے لئے تیار نہ تھا۔ جس کا مقصد مجھے ایک پر امن شہری کی حیثیت میں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے کے حق سے محروم کرنا ہو۔ میں علاقہ چھچھ میں اپنے چند دوستوں سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔

پولیس افسر نے کیا کہا؟

جب میں اٹک کے پل کے قریب پہنچا۔ تو مجھے ایک حکم امتناعی دکھایا گیا۔ جو میں نے دستخط کر کے واپس کر دیا۔ اور پل پار کر کے جب پنجاب کی حدود میں پہنچا۔ تو مجھے پھر وہی نوٹس دکھایا۔ وہاں کچھ پولیس افسر جو ایک کار میں سوار تھے۔ میری طرف بڑھے اور کھڑے ہونے کو کہا۔ جب میری موٹر گاڑی

ہو گئی۔ تو ایک پولیس افسر نے کہا کہ اگر ڈرائیور نے اب کار چلائی۔ تو اسے گرفتار کرنا پڑے گا۔ اس پر میں اپنی کار سے اتر پڑا۔ اور پیدل کیمبل پور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک درخت کے سائے تلے اپنا بستر بچھا دیا۔ اور چونکہ تھکا ہوا تھا سو گیا۔ آنکھ کھلی۔ تو بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے پنجاب پولیس کے افسروں سے کہا کہ وہ میرے لئے کھانے کا انتظام کریں۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ آپ زیر حراست نہیں۔ اس لئے کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے۔ جب میں نے کہا۔ کہ میں قریب کے گاؤں میں کھانے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے مجھے وہاں جانے سے بھی روک دیا۔

مشتاق دیدار سکھ

اتنے میں ایک سکھ کانسٹیبل میرے پاس آیا۔ اور اس نے مجھ سے بہتر سلوک کرنے کی کوشش کی۔ کہنے لگا کہ ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ آپ کے درشن کئے۔ اس پر میں حیران ہو گیا۔ میں نے ہنس کر کہا۔ کہ یہ پہلا موقع ہے کہ مجھ پر رائفلوں اور لاٹھیوں کے استعمال کرنے والے گروہ کے لوگ میرے درشن کرنے آتے ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے ایک یورپین افسر کو آتے دیکھا۔ جو پنجابی بولتا تھا۔ یہ مجھے ۱۹۳۰ء کی تحریک سے جانتا تھا۔ جب کہ وہ چارسدہ میں تھا۔ (وہ اب میرے ساتھ آنکھیں ملانے میں شرم محسوس کرتا تھا۔) میں نے اسے کہا کہ میرا گڑبڑ ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ بشرطیکہ آپ مجھے تنگ نہ کریں۔ لیکن اگر آپ نے غیر معقول رویہ

اختیار کیا۔ تو مَیں کسی خراب نتیجے کا ذمہ دار نہیں۔ جب اُس نے میری بات کی طرف کوئی توجّہ نہ دی۔ تو مجھے خدائی خدمتگاروں کو بلانا پڑا۔ مگر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ایک یورپین افسر جو شاید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا۔ آیا اور مجھے کہا کہ آپ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

خوشحال گڑھ کی طرف روانگی

مَیں خوش تھا کہ اب جیل میں کچھ کھانے کو تو ملے گا اور آرام بھی میسّر ہو گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مجھے خوشحال گڑھ کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ رات کے ۱۰ بجے ہوں گے۔ جب ہم جنڈ پہنچے۔ اس وقت موٹر کار کی روشنی فیل ہو گئی تھی۔ اور ممکن تھا کہ اندھیرے میں کوئی حادثہ ہو جاتا۔ اس لئے موٹر کار وہیں کھڑی کر دی گئی۔ پولیس افسر کھانا کھانے لگے مجھے بھی اُنہوں نے ایک چپاتی دی۔ جو میں نے دُودھ کے ساتھ کھائی۔

اٹک سے خوشحال گڑھ

رات کے ایک بجے ہم خوشحال گڑھ کے پُل پر پہنچے۔ جہاں مَیں نے سرحدی پولیس کے ساتھ برج میں رات کاٹی۔ صبح کی نماز کے بعد مَیں نے خدائی خدمتگاروں کے ساتھ چائے پی۔ اور بذریعہ ٹرین کیمبلپور آیا۔ چونکہ میرے پاس کوئی پیسہ نہ تھا۔ اِسلئے میں نے ٹکٹ نہیں خریدا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرا یہ خیال بھی تھا۔ کہ چونکہ گورنمنٹ مجھے یہاں میری مرضی

کے خلاف لائی تھی۔ مجھے ایبٹ آباد کا ٹکٹ لے کر دے گی۔ جہاں میں جانا چاہتا تھا۔ جب میں کیمبلپور پہنچا۔ تو پولیس نے مجھے ایک فوجی لاری میں بٹھایا۔ اور ایبٹ آباد لے آئی۔ جہاں مجھے سرحدی پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ جیسے میں کوئی بدمعاش تھا۔ اس کے بعد مجھے رہا کر دیا گیا۔

کشمیر نیشنل کانفرنس

میں

فخر افغان کی افتتاحی تقریر

(یہ کانفرنس ۳، ۴، ۵ اگست ۱۹۴۵ء کو بمقام سوپور کشمیر
شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی)

مَیں سپاہی اَور خدائی خدمتگار ہوں!

مَیں سپاہی اَور خدائی خدمتگار کی حیثیت میں تقریروں کی نسبت عمل پر زیادہ یقین رکھتا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔ کہ آج دوسری بار مجھے نیشنل کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کا شرف حاصل ہُوا ہے۔ جب مَیں ۱۹۴۰ء کے اجلاس میں شریک ہُوا تھا۔ تو مَیں نے بتایا تھا۔ کہ نیشنل کانفرنس اَور کسی سیاسی تحریک کے عالمِ وجود میں آنے سے پہلے کشمیر کی حالت کیا تھی۔ آپ لوگ یاد رکھیں کہ جب قوم میں سیاسی زندگی نہیں۔ وہ کسی پہلو بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اور یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ جب مَیں سولہ سال قبل یہاں آیا تھا۔ تو یہاں کی حالت نہائیت ہی خراب تھی۔ آج مَیں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگوں کی حالت میں نمایاں انقلاب پیدا ہُوا ہے۔ اَور جو ہمّت اور بے باکی پیدا ہوئی ہے۔ یہ سب نیشنل کانفرنس اور شیخ محمد عبداللہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے

قانونِ قدرت

آپ کو قانونِ قدرت اَور سُنّت اللہ سے بے خبر نہ ہونا چاہیئے۔

قدرت خزاں کے بعد بہار لاتی ہے۔ اور جب قومیں گرتی ہیں۔ تو ان کو از سر نو اُٹھانے کے لئے ان ہی میں سے ایسے آدمی پیدا کرتی ہے جو رفتہ رفتہ بیداری اور اجتماعی زندگی کی خوبیاں بیان کر کے ان میں قوت عمل پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسی تحریکوں سے حکومت مخالف رہتی ہے اس قسم کی جماعتیں اور تحریکیں انقلابی ہوتی ہیں۔ تمام دُنیا میں یہ دستور چلا آیا ہے۔ کہ قومی اور انقلابی تحریکیں صرف اسی صورت میں کامیابی کی منزل تک پہنچا کرتی ہیں۔ جب قومیں اپنے رہنماؤں پہ مکمل بھروسہ اور یقین رکھیں۔ جو قومیں جماعتی زندگی سے نا آشنا ہیں۔ اور ان جماعتوں میں شامل ہو کر قربانیاں پیش نہیں کرتیں۔ وہ ناشکر گذار ہیں۔ اور ناشکر گذاری سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں۔ گری ہوئی قوموں کو جو لوگ اُٹھاتے ہیں۔ وہ خدا کی مہربانی کی علامتوں میں سے ہوتے ہیں۔ آپ کی جماعت نیشنل کانفرنس اور آپ لوگوں کا رہنما شیخ محمد عبداللہ خدا کا فضل ہیں۔ ان کی مدد کرنا کشمیری قوم کا فرض اولین ہے۔ اگر اپنی آزادی کے لئے مجاہدین کا ساتھ نہ دو گے۔ تو اس دُنیا میں بھی غلامی کی رسوا کن اور ذلت آمیز زندگی گذارو گے اور اس دُنیا میں بھی سزا کے مستحق ٹھہرائے جاؤ گے۔

دریائی جلوس اور حادثہ سرینگر

اب تھوڑی سی روشنی اس واقعہ پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ جو پرسوں (کیم اگست کو) دریائی جلوس پر چند جگہ سنگ باری کی صورت میں رونما

ہُوا۔ کہا جاتا ہے کہ مظاہرین اسلام کے نام پر سنگ باری کر رہے تھے۔ حالانکہ ایسے واقعات اور ایسے لوگوں کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ مَیں حیران ہوں کہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھیں کہ بڑے بڑے مصلحین پیغمبروں اور بزرگوں کو ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ صداقت کا مقابلہ دلائل سے نہ کر سکنے والے لوگوں نے ان کے ساتھ بہی کچھ کیا۔ جو پرسوں مردان میں ہم سے کیا گیا۔ لیکن اس سے کسی مصلح یا لیڈر کی عزت میں کمی ہرگز نہیں آسکتی۔ ایسا سلوک بزرگوں سے پہلے بھی ہُوا ہے۔ اب بھی ہوتا ہے۔ اور آئندہ بھی ہوگا۔ مگر یہ اسلام کا دستور اور مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔

خدائی خدمتگاروں کی طاقت

اگرچہ صوبہ سرحد میں خدائی خدمتگاروں کی طاقت اتنی ہے کہ وہ رکاوٹ ڈالنا چاہیں۔ تو کوئی طاقت وہاں اپنا جلسہ نہیں کر سکتی۔ مگر بعض لوگ سرحد میں آکر ہماری مخالفت میں جلسے کرتے ہیں۔ مَیں نے خدائی خدمتگاروں کو ہدایت کر دی ہے۔ کہ یہ لوگ ان کے مہمان ہیں۔ ان کی عزت اور قدر کرنی چاہئے۔ یہ ہماری شان نہیں کہ ان کی مخالفت کا جواب ہنگامہ آرائی یا بدتہذیبی سے دیں۔ سرحد میں ہماری طرف سے ہر خیال کے لوگوں کو اظہارِ خیال کی کھلی اجازت ہے۔ یہ حرکتیں

کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ پتھروں سے ہمارا کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن اس قسم کی حرکتوں سے کشمیر اور کشمیریوں کی بدنامی ضرور ہوگی۔ میں تمام ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ رواداری اور برداشت کا سبق صوبہ سرحد سے حاصل کریں۔ اور اس قسم کی حرکتوں کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔

کشمیریوں کی جرأت

میں کشمیریوں کی سنگباری پر خدا کا شکر کر رہا تھا۔ اس لئے کہ ایک زمانہ تھا۔ کہ کشمیریوں کی حالت مُردوں کی تھی۔ اب ان مُردوں میں پتھر برسانے کی جرأت پیدا ہوگئی ہے۔ غور کیجئے! یہ جرأت بھی شیخ محمد عبداللہ کی تحریک نے ان میں پیدا کی۔ ورنہ اس تحریک سے پہلے کشمیریوں میں پتھر مارنے کی جرأت کہاں تھی۔ یہ تو بیرونی آدمی کی صورت دیکھ کر ڈر جایا کرتے تھے۔ معمولی قربانی کی بھی ان سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

حکومت کشمیر کے متعلق

پولیس چاہتی تو واقعہ کا انسداد کر سکتی تھی۔ مگر میرے علم میں آیا ہے کہ حکومت کشمیر کی پولیس کی غفلت بھی اس واقعہ کے لئے ذمہ دار ہے۔ اس قسم کی حرکات کی حوصلہ افزائی سے کچھ فائدہ کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ انگریزی حکومت اس قسم کے واقعات کی حوصلہ افزائی کرتی۔ تو مجھے

کوئی گلہ نہ ہوتا۔ مگر ایک ہندوستانی حکومت کا ایسا کرنا قابل افسوس ہے
اس حکومت کو پہلے سے علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور یہ بھی جانتی تھی
کہ اس کا انسداد کس طرح ہونا چاہیئے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
کہ پولیس کے سپاہی جہاں کھڑے تھے۔ ان کے پہلو سے پتھر آرہے تھے
مجھے پہلے یہ خیال آیا کہ شاید یہ امن بحال کر رہے ہیں۔ مگر ان کی حرکات سے
یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ دراصل فسادیوں کو بچا رہے تھے۔

بین الاقوامی حالات

بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ جرمنی کی شکست کے بعد مطلوبہ انقلاب مکمل
ہو جائے گا۔ اور جنگ ختم ہو جائے گی۔ لیکن میں اس سے متفق نہیں۔
جرمنی اور جاپان کے لوگ بہادر ہیں۔ ان کو ہمیشہ کے لیے ہرگز نہیں دبایا جا
سکتا۔ ان میں خودداری اور غیرت کا مادہ ہے۔ وہ غلامی چھوڑ کر قیدی بننا
بھی پسند نہیں کرتے۔ غلامی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ امریکہ۔ روس
اور انگریز اتحادی کہلاتے ہیں۔ لیکن چوروں کا اتحاد کب تک۔ جن علاقوں
پر یہ قابض ہیں۔ ان کے اندرونی حالات اچھے اور نہیں ہیں۔

شہیدانِ ٹکر کی یاد میں

یہ تقریر فخرِ افغان خان عبدالغفار خان نے ٹکر کے جلسے میں ارشاد فرمائی تھی۔ جسے رسالہ "پختون" (یکم اگست ۱۹۴۲ء) سے ترجمہ کر کے درج کیا جاتا ہے۔

سچّے خدائی خدمتگاروں کی ضرورت

بھائیو! آج ہم اُن لوگوں کی یاد منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ جنہوں
نے وطن اور اسلام کے لئے جانیں فدا کی ہیں۔ ہمارے صوبے اور مُلک
میں یہ جوش و خروش جو نظر آتا ہے۔ سب ان فداکاروں کی قربانیوں کا ثمر ہے
قوموں کی ترقّی ایسے ہی غیوروں کی قربانیوں کی رہین مِنّت ہے۔ ترقی
کی بنیادیں ایسے ہی غیور نوجوانوں کے خون پر استوار ہُوا کرتی ہیں۔ آپ
لوگوں نے ان لوگوں کے متعلق بہت سی تقریریں اور نظمیں سُنیں۔ اگر
آپ ان نظموں اور تقریروں پر غور کریں۔ تو میری تقریر کی ضرورت محسوس نہیں
کریں گے۔ افسوس ہے کہ آپ تقریریں تو سُنا کرتے ہیں۔ لیکن ان پر غور نہیں
کرتے۔ بہر حال میں آپ لوگوں کی خواہش کے پیشِ نظر ایک مختصر سی تقریر کرتا
ہوں۔

جیل سے آنے کے بعد

جب سے میں جیل سے رہا ہو کر آیا ہوں۔ خدائی خدمتگار تحریک

کے متعلق غور و خوض کر رہا ہوں۔ قریب دو ماہ سے سردریاب مرکز کے چھپر میں میرے پاس ہر علاقے کے خدائی خدمتگار آتے ہیں۔ اور وہ مجھ سے جس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ ان باتوں نے میرے دماغ پر عجیب کیفیت طاری کی ہے۔ وہ بہادر خدائی خدمتگار جنہوں نے اس تحریک کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ (جن کے لئے میرے دل میں بھاری عزت ہے) جب میرے پاس آتے ہیں۔ تو تحریک کے بارے میں مجھ سے کوئی بات چیت نہیں کرتے۔ اور نہ یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں تحریک کے متعلق کیا کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہر شخص چینی اور سنڈیکیٹوں کے متعلق باتیں کرتا ہے۔ کسی کو اپنی ایثار پیشہ اور قربانی کرنے والی جماعت خدائی خدمتگار کا فکر نہیں ہے۔ میں ایسے لوگوں کو گھنٹوں سمجھاتا ہوں۔ کہ میرا اور خدائی خدمتگار تحریک کا ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ میں صرف خدائی خدمتگار ہوں۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور غرضمندوں سے نفرت کرتا ہوں۔ اکثر میری یہ باتیں سن کر خفا اور ناراض ہو جاتے ہیں۔ میں کئی مرتبہ اعلان کر چکا ہوں۔ اور پشاور پولیٹکل کانفرنس کے موقعہ پر بھی لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے لئے اصل چیز تحریک خدائی خدمتگار ہے اگر ہماری یہ تحریک مضبوط اور زندہ رہے گی۔ تو وزارت بھی رہے گی۔ اور خدا ہمیں اس کی برکت سے کامل آزادی بھی دے گا۔ ورنہ ہمارا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ اور نہ وزارت رہے گی۔ نہ آزادی کا

بلند مقصد حاصل ہو سکیگا۔

مَیں اِنقلابی ہوں

آپ لوگ میرے بھائی ہیں اور دوست بھی ہیں۔ اس لئے میں آپ لوگوں سے صاف صاف کہتا ہوں کہ میں دو ماہ کے تجربے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ آپ لوگوں نے تحریک کو بالکل فراموش کرکے دوسرے مشاغل اختیار کر لئے ہیں۔ آپ لوگ میری باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ کہا کہ میں ایک انقلابی خدائی خدمتگار ہوں۔ اور خدائی خدمتگار تحریک بھی انقلابی ہے۔ اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ جاؤ۔ کہ انقلاب ویسے نہیں رونما ہو جایا کرتے۔ بلکہ اس میں ہمیشہ نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس وقت تک انقلاب سے فائدے مرتب نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ نقصان برداشت نہ کئے جائیں۔ اور ہم منظم اور مضبوط نہ ہوں۔ اگر ہم نے اپنی تنظیم نہ کی۔ اور بلند مقاصد نظر انداز کرکے چھوٹی چھوٹی باتوں میں وقت ضائع کیا۔ تو اس طرح انقلاب نہ ہوگا۔

ہمارے بھرتی کئے ہوئے ملازم

کیا آپ لوگوں نے نہیں دیکھا کہ گذشتہ کانگرسی وزارت نے

جن لوگوں کو میونسپلٹیوں ۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں میں نوکر یا ڈپٹی۔ تحصیلدار تھانیدار، اور کپتان بنایا تھا۔ وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔ بلکہ ان کے ہاتھوں سے ہمیں انگریزوں سے بھی زیادہ نقصان اور تکلیف پہنچی۔ یہ اس لئے کہ ان کو یہ خوف تھا کہ چونکہ ہمیں کانگرسی وزارت نے نوکر کرایا تھا۔ اس لئے اب جب کہ کانگرس کی وزارت نہیں رہی۔ تو کہیں انگریز ناراض ہو کر ہمیں ملازمت سے برطرف نہ کردے خیال سے ان لوگوں نے ہماری تحریک کی دل کھول کر مخالفت کی۔ میں آج پھر دیکھ رہا ہوں کہ کپڑوں اور چینی کے سنڈیکیٹوں کی وجہ سے بہت سے لوگ انقلاب سے رہ گئے ہیں۔ میں کسی کو جبر سے تحریک میں شامل کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہر ایک کو محبّت سے قائل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس فائدہ نہیں۔ نقصان ہی نقصان ہے۔ آپ لوگوں کی مرضی ہے۔ میرا ساتھ دیں یا نہ دیں۔

کون میرا ساتھی ہے

اگر آپ لوگ سچّا انقلاب چاہتے ہیں۔ تو ایمانداری سے میرے ساتھی بن جایئے۔ اور کمر ہمّت کس کر میدان میں آجایئے۔ اور اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ کہ میرے پاس نوکریاں نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں افسوس کرنا پڑے۔ میں آپ کی غلامی دیکھتا ہوں۔ تو میرا دل جلتا ہے جہاں جہاں بھی دَورے کرنے جاتا ہوں۔ تمام قوم اور دوستوں سے

یہی کہتا ہوں۔ کہ میری دوستی اور ہمراہی میں نفع اور فائدہ ہرگز نہیں فائدے اور نفع والے لوگ اور ہیں۔ میرے لئے تو فائدے اور نفع کا وقت انقلاب کے بعد آئے گا۔ وہ کیا وزارت اور حکومت ہے۔ جس میں تمام طاقت گورنر کے ہاتھ ہو۔

انتخاب کے خواب

میں دیکھ رہا ہوں کہ آج پھر بہت سے لوگ انتخابات کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں صاف اور واضح طور پر کہتا ہوں۔ کہ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نہ ڈسٹرکٹ بورڈوں نہ اسمبلیوں کا قائل ہوں۔ اگر مکمل اختیارات حاصل ہوں۔ تو میں ان کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔ اگر کوئی اس قسم کے خیالات کا مالک ہے۔ تو وہ میدان میں آئے۔ اور میرا دوست۔ رفیق اور ساتھی بنے۔ اور اگر کسی کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ تو "ما بخیر و شما سلامت" میں خود اپنے طور پر کام کرتا رہونگا۔ اور آپ لوگ اپنے طریق سے کام جاری رکھیں۔ لیکن میری راہ میں رکاوٹ نہ بنیں اور میں اُن کی راہ میں رکاوٹ نہ بنوں گا میں تو خدائی خدمتگار ہوں۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ سرور یاب کے چھبر ہیں میرے پاس صرف خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر آؤ۔ میرا یہ ارادہ ہے اور یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اسلام قوم اور ملک کی خدمت کروں۔ لیکن یاد رکھو کہ میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ جب تک مجھے آپ لوگوں

کی امداد حاصل نہ ہو۔ مجھے صرف وردیاں زیب تن کرنے والے خدائی خدمت گاروں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ صحیح اور سچے باعمل خدائی خدمتگاروں کی ضرورت ہے۔ میں ۱۹۳۰ء جیسے بے غرض اور مخلص خدائی خدمتگاروں کا طالب ہوں۔ جو پارٹی بازیوں سے پاک ہوں۔ کسی سے بدلہ لینے کا جذبہ دل میں نہ رکھتے ہوں بلکہ صرف رضائے الہٰی کے لیئے خدا کی مخلوق کی خدمت کرتے ہوں۔

تحریک کی ازسرِ نو تنظیم

میں چاہتا ہوں کہ تحریک کو ازسرِنو منظم کروں۔ آپ لوگ اپنی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ پٹھانوں نے کس طرح پارٹی بازیوں میں مبتلا ہو کر خود کو اور اپنے بال بچوں اور اپنی حکومت کو تباہ کیا ہے۔ میں نے خدائی خدمتگار تحریک کو اس لیئے جاری کیا کہ بربادوں کو آباد کیا جائے خدائی خدمتگار پارٹی بازیوں سے اجتناب کریں۔ اور اپنی اصلاح کرلیں۔ تو قوم پر ان کے اس عمل کا بہت اچھا اثر پڑے۔ اور پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں کا عمل بھی درست ہو جائے۔ ایک چھوٹی سی جماعت بھی اگر باعمل لوگوں کی ہو۔ اور قوم کے لئے نمونہ بنے۔ تو وہ بھی اس کام کے لئے کافی ہے۔ خدائی خدمتگار پہلے اپنی اصلاح کریں۔ پھر قوم کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔

فائدے کی بات کیا ہے

پٹھانوں کی تاریخ میں یہ بات نظر آئے گی۔ کہ پٹھان دولت کمانے میں بے حد محنتی واقع ہُوا ہے۔ لیکن اس کو وہ سنبھال نہیں سکتا۔ ہماری تحریک کا یہ بھی مقصد ہے۔ کہ پٹھانوں میں اپنی کمائی کو سنبھالنے کی سمجھ بھی پیدا ہو جائے۔ پٹھانوں کی تباہی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک تخت پر سب بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ حالانکہ اس پر جگہ ایک ہی آدمی کے لئے ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ پارٹی بازی اور خانہ جنگی کی صورت میں نمودار ہو کر قوم کی تباہی ہو جاتی تھی۔ خدائی خدمتگار تحریک کا یہ مقصد ہے۔ کہ پٹھانوں کو خانہ جنگی۔ پارٹی بازی سے نجات دلائی جائے۔ اور ان میں برادرانہ تعلقات قائم ہوں۔ پٹھانوں کے فائدے اور آبادی کے لئے جو کام بھی مفید ہو۔ اس پر اس شخص کو مقرر کیا جائے۔ جو اس کام کے قابل اور لائق ہو۔ اور اس بات کی پروا نہ کی جائے کہ وہ مہمند ہے یا یوسف زئی۔ آفریدی ہے یا خٹک وزیری ہے یا غلجئی میں ایسے خدائی خدمتگار چاہتا ہوں۔ جو تمام پٹھانوں کو ایک قوم سمجھیں اور پارٹی بازیوں سے نفرت کریں۔ اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے قوم اور ملک کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھیں۔ اگر اس قسم کے لوگ مل جائیں۔ تو مجھے اُمید ہے کہ مَیں بہت کچھ خدمت کر سکوں گا۔

بے غرض خدمت کا فائدہ

حقیقت یہ ہے کہ بے غرض خدمت میں کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہیں ہوتا۔ جھگڑوں کی بنا ذاتی اغراض ہوتی ہیں۔ اس لئے مجھے بے غرض خدمت کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ سچے خدائی خدمتگار اگر بہت ہوں۔ تو بہت اچھی بات ہے۔ لیکن اگر تھوڑے بھی ہوں تو کچھ پروا نہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک بھی غلط قدم نہ اٹھاؤں۔ اگر سچے خدائی خدمتگار نہ ملیں۔ تو میں تنہا اور اکیلا ہی کام کرونگا۔ جس طرح ہمیشہ سے کرتا آیا ہوں۔ یاد رکھیئے۔ یہ وقت کام کرنے کا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ ہم معمولی معمولی باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں اور حقیقی مقصد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

خدائی خدمتگاروں کی تربیت گاہ

آپ مجھے ایسے لوگ دیں۔ جو میرے ساتھ مرکز سردریاب میں باقاعدہ رہیں۔ وہاں ان کو باقاعدہ تربیت دی جائے گی۔ اور سمجھدار بنانے کے لئے تعلیم دی جائے گی۔ اور جب وہ تربیت حاصل کرلیں گے۔ تو ان کو اپنے علاقوں میں بھیج دیا جائے گا۔ بغیر تربیت کامیابی نہ ہوسکے گی۔ حکومت نافہمی اور جہالت سے نہیں۔ سمجھ اور تعلیم سے ہوا کرتی ہے۔ اگر ایسے لوگ آپ نے دیئے۔ تو ہم اپنا

مقصد حاصل کرلیں گے۔ اور ملک اور اس کے باشندوں کو
غلامی کی ذلتوں اور تکلیفوں سے نجات مل جائے گی۔

سچے خدائی خدمتگار بنو

یہ مضمون ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء کے "پختون" میں فخرِ افغان
نے بزبان پشتو شائع کیا تھا۔ اور پشتو سے اُردو
میں ترجمہ کیا گیا

سچے خدائی خدمتگار بنو

خدائی خدمتگاروں کی تحریک ایسی برادرانہ تحریک ہے۔ جس کی بنیاد صرف محبت پر ہے۔ جو قوم کی اصلاح، بیداری اور ترقی کے لئے شروع کی گئی ہے۔ جب ہم دُنیا کی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس قوم میں بھی ایسی تحریک کبھی منصۂ شہود پر آئی۔ اور جن لوگوں نے اس میں ابتدا میں شمولیت کی۔ اُن میں آپس میں بے انتہا محبت پائی جاتی تھی۔ باہمی اعتماد ہوتا تھا۔ اور وہ ایک دوسرے کی عزت اور آرام کو اپنی عزت اور آرام سمجھتے تھے۔ اس قسم کی مثالیں دنیا کی مختلف اقوام میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ کہ کسی جماعت اور تحریک میں شامل ہونے والوں میں اس قدر گہری اور زیادہ محبت ہوتی تھی۔ کہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اور موت اور زندگی میں ایک دوسرے کے شریک اور ساتھی بنتے تھے۔ ایسی مثالیں گذشتہ زمانے کے مسلمانوں میں بکثرت ملتی ہیں۔ اور یہی اُن کی ترقی کا راز تھا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ جذبہ خدائی خدمتگاروں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ خدائی خدمتگاروں میں

ابھی تک آپس میں وہ محبّت اور ہمدردی نہیں ہے۔ جو میں ان میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ نہ ان میں باہمی اعتماد کا وہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ جو ایسی تحریک میں شامل ہونے والوں کے لئے ضروری ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک خدائی خدمتگار دوسرے خدائی خدمتگار کے نفیس کپڑوں کو بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ عزّت اور ہمدردی تو درکنار ایک دوسرے کو بے عزت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ایک دوسرے کی غیبت کرتا ہے۔ مَیں ان باتوں پر غور و فکر کرتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ نظر آتی ہے۔ کہ ہماری تحریک میں جس قدر لوگ شامل ہوئے ہیں۔ ان میں بہت کم ایسے ہیں۔ جو ایک خیال۔ ایک رائے اور ایک ارادے کے ہیں۔ اگر سب ایک خیال، ایک ارادے اور ایک عقیدے کے ہوتے تو یہ مشکلات ہرگز پیش نہ آتی۔ بہت لوگ اس تحریک میں شامل ہوئے ہیں اور شامل ہو رہے ہیں۔ وہ خود کو خدائی خدمتگار کہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اس تحریک کے اغراض و مقاصد اور حقیقت کو نہیں سمجھا اور نا فہم لوگ خدائی خدمتگاری کا عمل نہیں کر سکتے۔ گذشتہ قومی وزارت میں ایک خدائی خدمتگار کے لئے ایک چکی کی منظوری ہوئی۔ اس پر مناسب تو یہ تھا۔ کہ سب خدائی خدمتگار مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے۔ لیکن اس کا الٹا اثر یہ ہُوا۔ بہت سے خدائی خدمتگاروں میں ناراضگی پیدا ہوئی۔ کہ اس خدائی خدمتگار کے لئے پن چکی کی منظوری کیوں ہوئی۔ اس پر قاضی عطاالله جان

وزیر تعلیم نے خدائی خدمتگاروں سے کہا۔ کہ میں ہر ایک شخص کو پن چکی کی منظوری دینے کے لئے تیار ہوں۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی اور کی حق تلفی نہ ہو۔ انگریزوں نے بہت لوگوں کو قومی غدّاری کے بدلے پن چکیاں دی ہیں۔ مگر ان کا کسی کو احساس نہیں ہے۔

اسی طرح ہمارے خدائی خدمتگاروں کے ایک سالار کی دیوار مدّت سے گری ہوئی تھی۔ مگر اسے بنانے کی فرصت نہ تھی۔ جب فرصت ملی تو اس نے دیوار کو بنانا شروع کر دیا۔ ایک دن یہ سالار بیٹھا ہُوا تھا۔ اس طرف سے ایک دو خدائی خدمتگار گذرے اور ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے۔ کہ سالار صاحب نے بہت بڑی دیوار بنا لی ہے۔ اس پر دوسرے خدائی خدمتگار نے کہا۔ کیوں نہ ہو۔ تنخواہ آگئی ہو گی۔ حالانکہ سالار صاحب چھ سات سو روپیہ ماہوار کماتے ہیں۔ ایسی صورت میں مناسب تو یہ تھا کہ خدائی خدمتگار سالار صاحب کی دیوار خود بنا کر کھڑی کر دیتے۔ اس وجہ سے کہ سالار صاحب کو قوم کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ مگر ایسا کیوں ہُوا۔ اس لئے کہ ان میں ایک دوسرے پر اعتماد اور ہمدردی نہ تھی۔

خدائی خدمتگاروں کو چاہیئے کہ وہ اس بات پر غور کریں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے دلی ہمدردی کے صفات پیدا کریں۔ جس آدمی میں یہ صفات نہیں۔ وہ صحیح معنی میں خدائی خدمتگار نہیں۔

خدائی خدمتگاروں کو کیا کرنا چاہیئے

فخرِ افغان کا یہ مضمون "پختون" مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۴۵ء میں بزبان پشتو شائع ہوا تھا۔ پشتو سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

خدائی خدمتگاروں کو کیا کرنا چاہیئے؟

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے صوبے کا دورہ ختم کر لیا ہے۔ موجودہ وقت میں جو حالات ہمارے صوبے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اُنہیں لکھنا نہیں چاہتا۔ البتہ خدائی خدمتگاروں کو صلاح اور مشورہ دیتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ وہ ان تمام ذمہ داریوں سے دست بردار ہو جائیں۔ جو اُنہوں نے کنٹرول کے سلسلہ میں قبول کی ہیں۔ میں یہ صرف خدائی خدمتگاروں سے کہتا ہوں۔ کانگرس کمیٹیوں اور کانگرسیوں سے نہیں۔ اس لئے کہ یہ اُن کا فرض ہے۔ کہ موجودہ وقت میں جو کچھ ملک اور قوم کے لئے مفید اور مناسب سمجھیں کریں۔ میں اس سلسلہ میں ان کو مجبور نہیں کرتا۔

سنڈیکیٹوں اور ڈپوؤں کے بارے میں بعض خدائی خدمتگار مجھ سے ملنے آئے تھے۔ اور صلاح و مشورہ بھی کیا۔ تمام قوم کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ میں ان امور کا حامی نہیں۔ اس وجہ سے کہ ہمارے ہاتھ میں اتنے اختیارات نہیں ہیں۔ جن کے ذریعہ ہم قوم اور ملک کی خدمت ان کے حسب منشا انجام دے سکیں۔ اور ان کو مصیبتوں سے

نجات دلائیں۔ بہرحال میں نے یہ جانتے ہوئے بھی اُن کو اجازت دی تھی۔ کہ اپنے لئے نہیں، بلکہ لوگوں کے فائدے کے لئے کنٹرول کی ذمہ داریاں لے سکتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں۔ ان کاموں میں بڑا نفع نہیں ہے۔ اور جن لوگوں کے "دارے نیارے" ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے بلیک مارکیٹ اور بے ایمانی کی بدولت بنائے ہوئے ہیں۔

اگر اس کام کی وجہ سے آپ لوگوں میں اختلافات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ تو ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ آپ کے ذاتی جھگڑوں کی وجہ سے ہماری قومی تحریک پر بُرا اثر پڑے گا۔ اگر آپ نے اس کام کے لیئے کمر باندھ لی ہے۔ تو عوام کی خدمت کریں۔ اور اُن کو آرام پہنچائیں لیکن جب آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ لوگوں کو آپ کی خدمت کا احساس نہیں۔ اور ان کے دلوں میں بے اعتمادی نے جگہ پیدا کر لی ہے۔ یا اس کا احتمال ہے۔ تو آپ لوگوں کو فوراً اس کام سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہم خدائی خدمتگار ہیں۔ اور جو خدائی خدمتگار ہو۔ اس کے کام صرف خدا کے لئے ہوتے ہیں۔ اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتے۔

میں نے اس دورے میں جتنے لوگوں سے گفتگو کی ہے۔ اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس مقصد کے پیش نظر خدائی خدمتگاروں کو آٹے دالنے۔ کپڑے وغیرہ کی تقسیم کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ حاصل نہیں ہُوا۔ اور نہ ہی موجودہ حالات میں حاصل ہو سکتا ہے۔

درحقیقت لوگوں کی تمام تکلیفیں اس صورت ہی میں دُور ہو سکتی

ہیں۔ کہ وزارت اور گورنمنٹ کا باہم تعاون ہو۔ گورنمنٹ سے میری مراد حکومت کی مشین اور اس کے تمام پُرزے ہیں۔ اور اس میں کچھ قصور لوگوں اور خدائی خدمت گاروں اور وزارت کا بھی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ قصور اُن افسران کا ہے۔ جو اپنے فرائض ایمان داری سے ادا نہیں کرتے بلکہ مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ وزارت کو تو جس قدر مال ملتا ہے۔ لوگوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ لیکن مال دینے کا اختیار مرکزی حکومت کے اختیار میں ہے۔ ہاں وزارت کا قصور اس قدر ہے۔ کہ اُس نے لوگوں کو حقیقت سے باخبر نہیں کیا۔ اور اس تھوڑے سے مال کی تقسیم کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ مال کی تقسیم کا انتظام بھی صحیح نہیں ہے۔ کہیں تو لوگوں کو مال مل رہا ہے۔ لیکن کہیں مال پہنچا ہی نہیں۔ اور کہیں بالکل نہیں مل رہا۔ ایک ضلع کا انتظام کچھ ہے اور دوسرے کا کچھ۔ اس بدانتظامی کی وجہ سے لوگوں کو بے حد تکلیف پہنچ رہی ہے۔

مندرجہ بالا وجوہ سے میں تمام خدائی خدمت گاروں سے کہتا ہوں۔ کہ وہ اِن کاموں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ اس لئے کہ یہ کام لوگوں اور خدا کی مخلوق کی بھلائی اور فائدے کے لئے کرتے تھے۔ لیکن بحالات موجودہ آپ لوگوں کو آرام نہیں پہنچا سکتے۔

قضیۂ پنجاب

اِس سلسلہ میں فخرِ افغان کا ایک بیان جو ایسوسی ایٹڈ پریس کے ذریعہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں درج ہو چکا ہے۔ اب ۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء کے "پختون" میں فخرِ افغان کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جو نہایت دلچسپ اور عجیب واقعات پر مشتمل ہے اس لئے اس کا ترجمہ بھی کتاب میں شامل کیا جاتا ہے۔

قضیۂ پنجاب

جب میں نے ضلع ہزارے کے دورے کا ارادہ کیا۔ تو اسوقت یہ مناسب سمجھا کہ علاقہ چھچھ جو میرے راستے میں ہے۔ اور وہاں کے تمام باشندے جو ہمارے پٹھان بھائی ہیں۔ بہت عرصہ ہوچکا کہ میں ان میں نہیں گیا۔ اور نہ ہی وہاں دوستوں کو دیکھا ہے۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا کہ جب میں ضلع ہزارے کے دورہ پر جاؤنگا۔ تو چھچھ کے علاقہ میں بھی جاؤنگا۔ چونکہ مجھے حکومت پنجاب کے متعلق یہ بھی معلوم تھا۔ کہ اس نے ان غریبوں پر کیا کیا مظالم اس تحریک کے سلسلہ میں کئے۔ میں ان کو بھولا ہؤا نہ تھا۔ اس لئے تحصیل صوابی کے کچھ خدائی خدمتگاروں کو اس علاقہ کی طرف بھیجا کہ وہ چھچھ کے لوگوں کو میری آمد کی اطلاع کردیں۔ اور اُن سے کہہ دیں۔ کہ آدھے چھچھ کے لوگ ایک جگہ جمع ہوں۔ اور آدھے دوسری جگہ۔ تاکہ مجھے ان سے ملنے میں آسانی ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی ہدائیت کردی کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں۔ کہ میرا وہاں جانا جلسہ کے انعقاد یا تقریریں کرنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ صرف ان سے ملاقات کرنے کے لئے ہے۔

چارسدے میں نوٹس

۲۴-جولائی کو جب مَیں چارسدے میں تھا۔ ایک تھانیدار نے کیمبلپور کے ڈپٹی کمشنر کا نوٹس دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ مَیں اٹک کے ضلع میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے اس پر اپنے دستخط کر دیئے اور لکھ دیا کہ مَیں اس علاقہ میں جلسے اور تقریریں کرنے کی غرض سے نہیں جا رہا ہوں۔ بلکہ وہاں کے کچھ دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسی شام کو مَیں چارسدے سے پشاور آیا۔ اور دوسری صبح کو خان امیر محمدؐ خان۔ خان علی گل خان اور سالارِ اعظم محمدؐ امین جان کے ہمراہ موٹر میں سوار ہو کر پروگرام کے مطابق علاقہ چھچھ کی طرف روانہ ہُوا۔ روانگی کے وقت مَیں نے پشاور میں ناشتہ نہ کیا تھا۔ اس لئے کہ علی گل خان نہائت پُر تکلف چائے لائے تھے۔ اور مَیں زیادہ تکلف کو پسند نہیں کرتا۔ اور بالخصوص ایسی غریب قوم کے لئے تو مَیں تکلف ہرگز مناسب نہیں سمجھتا۔ جن کے پاس معمولی سا بیت المال تک نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ رسومات اور رواجات کے تحت ہزاروں روپے گُل کئے جاتے ہیں۔

اٹک کے پُل کی سرحدی پولیس

بہرحال جب مَیں اٹک کے پُل پر پہنچا۔ تو یہاں کی پولیس انتظار میں تھی۔ اور ہماری موٹر کھڑی کر دی۔ ایک تھانیدار بھاگا بھاگا میرے پاس

آیا۔ اور ایک ایسا ہی نوٹس میرے سامنے رکھا۔ جیسا مجھے چارسدے میں دکھایا گیا تھا۔ میں نے اس نوٹس پر بھی دستخط کر دیئے۔ اور وہی کچھ لکھ دیا۔ جو چارسدے میں لکھا تھا۔ لیکن پولیس کا رویہ نہائیت خراب تھا۔ خان امیر محمد خان نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ اور میں نے بھی اُنہیں کہا کہ تم سرحد کی پولیس ہو۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ ہمیں روکو۔ یہ کام پنجاب کی پولیس کا ہے۔ جب ہم دوسرے کنارے جانے لگے تو ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سرحدی پولیس نے ہمارا راستہ روک دیا۔

میں تو نہیں چاہتا تھا۔ لیکن امیر محمّد خان موٹر کو دوسرے کنارے پر لے گئے۔ اور مجھ سے کہا کہ میں اس بات کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون نوشہرے کے ڈی۔ ایس۔ پی کو کرتا ہوں۔ میں اس بات پر بھی راضی نہ تھا۔ اسلئے کہ ایسی باتوں کی اصلاح ٹیلیفون کے ذریعہ نہیں ہوتی۔ لیکن امیر محمد خان نے اپنی مرضی کی۔ اور ٹیلیفون کر دیا۔ مجھے سرحد کی پولیس کی یہ حرکت نہائیت ہی بُری معلوم ہوئی۔

پولیس کی حقیقت

باوجود کہ یہ سب پولیس میں پٹھان تھے، لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو اگر فرنگی کی طرف سے صرف اشارہ بھی ہو جائے۔ تو پھر اس وقت اسلام کو جانتے ہیں اور نہ قوم کو۔ اور نہ ہی برادری اور عزیز داری کی پرواہ کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ سرحد میں خدائی خدمتگاروں کی

حکومت ہے۔ کیا اسے خدائی خدمتگاروں کی حکومت کہتے ہیں۔ ایسی
حالت میں کہ پولیس ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر خان صاحب وزیراعظم سرحد)
کے تحت ہے۔ اگر ہمیں سچ سچ پولیس کا یہ خیال ہوتا۔ کہ وہ ڈاکٹر خان
صاحب کے ماتحت ہے۔ تو اسے ہرگز ایسی جرأت نہ ہوتی۔ یہ تمام باتیں
صرف کہنے کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پولیس اپنے آپ کو فرنگی کے
ماتحت جانتی ہے۔ اور جب تک ان کی یہ ذہنیت نہیں بدلتی۔ اور
ان کو یہ یقین نہیں ہوتا۔ کہ وزیراعظم ان کا افسر ہے۔ اس وقت تک
پولیس کا حال یہی کچھ رہے گا۔ اور جو حال اس کا ہمیشہ سے رہتا رہا ہے
میں ایسی لنگڑی وزارت کے حق میں ہرگز نہیں۔ اور نہ کبھی تھا اور نہ
اب ہوں۔ کیوں کہ ایسی وزارت ایسے حالات میں نہ قوم اور ملک کو
فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اور نہ اس کی ایسی حالت میں ضرورت ہے۔

پنجاب کی پولیس

جب ہماری موٹر پل کو پار کر گئی اور ہم پنجاب کی سرحد میں داخل
ہو گئے۔ تو اس وقت ایک موٹر آئی جس میں ایک فرنگی بیٹھا تھا۔ اس
نے ہمیں کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ ہماری موٹر کھڑی ہو گئی۔
اس نے پولیس کو حکم دیا۔ کہ اگر یہ ڈرائیور موٹر چلائے۔ تو اسے گرفتار کر
لینا۔ اس پر میں موٹر سے اتر گیا۔ اور سڑک پر پیدل روانہ ہو گیا۔ اور
فرنگی نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اور پولیس کو حکم دیا کہ راستہ بند کر

دو۔ یہ فرنگی پولیس کا کوئی بڑا افسر کپتان وغیرہ تھا۔ اپنی موٹر سے اُتر کر موٹر کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ اور میرے پاس ایک پولیس انسپکٹر کو بھیجا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کہ صاحب کہتا ہے کہ تجھے معلوم نہیں کہ یہاں تمہیں آنے کی اجازت نہیں۔ مَیں نے اس سے کہا کہ تم اپنے صاحب سے کہو۔ کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ چنانچہ وہ اپنے صاحب کے پاس جا کر پھر واپس آیا۔ اور کہا کہ صاحب کہتا ہے۔ کہ تمہیں حکم ماننا چاہیئے۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ مَیں تمہارے صاحب کا یہ حکم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس لئے کہ یہ حکم ماننے والا نہیں۔ اس پر یہ انسپکٹر حیران ہو گیا۔ کہ یہ کیسا آدمی ہے؟ جو صاحب بہادر کے حکم سے انکاری ہے۔ کیونکہ یہ پنجابی تھا۔ اور پنجاب میں خدا کے حکم سے انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن صاحب بہادر کے حکم سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خیر یہ انسپکٹر پھر گیا۔ اور پھر آیا اور کہا کہ صاحب بہادر کہتا ہے۔ کہ واپس چلے جاؤ۔ اس پر میں نے اسے جواب میں کہا کہ اپنے صاحب سے کہو۔ کہ "میرا قدم ہمیشہ آگے جایا کرتا ہے پیچھے کو ہرگز نہیں۔"

فرنگی کچھ دیر تک دھوپ میں کھڑا رہا۔ پھر گرمی سے تنگ آکر پُل کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ دھوپ بہت زیادہ تیز تھی۔ اس لئے مَیں نے بھی ارادہ کیا۔ کہ کہیں سائے میں بیٹھ جاؤں۔ مگر پولیس نے میرا گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ چلو ہم بھی کہیں سایہ میں چلیں لیکن اس نے کہا کہ صاحب بہادر کا حکم نہیں۔ جب میں دھوپ کی گرمی

سے زیادہ تنگ آگیا۔ تو میں اپنے ہی حکم سے سایہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پولیس نے شور برپا کیا۔ اور میرے پیچھے روانہ ہو گئی۔ کیونکہ ان کو خود بھی گرمی تنگ کر رہی تھی۔ چنانچہ میں ایک جگہ سائے میں بیٹھ گیا۔ اور پولیس بھی میرے گرد لاٹھیاں لے کر کھڑی ہو گئی۔

یہ کیا تماشا ہے؟

میں پتھروں میں بیٹھا تھا۔ اور تین بج گئے۔ تو میں نے اس تھانیدار سے جو مجھ پر متعین تھا۔ کہا کہ آپ اپنے صاحب سے کہیں کہ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ میرے ساتھ مذاق نہ کرے۔ یا تو مجھے گرفتار کرے یا مجھے چھوڑ دے۔ یہ اس نے کیا تماشا لگایا ہے۔ کہ نہ تو مجھے گرفتار کیا جاتا ہے اور نہ ہی مجھے چھوڑا جاتا ہے۔ میں تماشوں کو پسند کرنے والا آدمی نہیں۔ لیکن اگر وہ تماشا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر مجھے بھی تماشا کرنا آتا ہے۔ لیکن جو تماشا میں دکھاؤں گا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری تمہارے صاحب بہادر پر ہو گی۔ اس پر ...... تھانیدار ڈرتے ڈرتے صاحب بہادر کے پاس گیا۔ اور پھر واپس آیا اور کہا کہ مجھے تو صاحب بہادر کا یہی حکم ہے۔

دو سو خدائی خدمتگاروں کیلئے حکم

اس پر میں نے امین جان۔ خان علی گل خان اور امیر محمد خان کو پیغام دیا کہ آپ جائیں اور دو سو خدائی خدمتگاروں کو میری طرف روانہ کریں۔ اور ہر

غذائی خدمتگار کے پاس دو وقت کا کھانے کا خرچ بھی ہونا ضروری ہے۔
اس کے بعد میں وضو کے لئے اُٹھا۔ تاکہ نماز پڑھوں۔ پولیس نے شور مچایا۔ مگر میں نے بڑی مشکل سے وضو کیا۔ اس وقت وہ فرنگی بھی موٹر میں سوار ہوکر چلا گیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی۔ میں نے پولیس والوں سے کہا کہ میں اس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اور میں نے آدھے دھوپ اور آدھے سائے میں نماز پڑھ لی۔ اس پر ملا "بابا" کیا کہتے ہیں؟ کہ مذہب کی آزادی ہے یا مذہب پر پابندی؟

نماز پڑھنے کے بعد چار بجے میں نے پولیس سے کہا کہ میں سامنے گاؤں میں کھانے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ مگر نہ تو مجھے ہی جانے دیا گیا اور نہ ہی انہوں نے میرے کھانے کا انتظام کیا۔ چنانچہ سارا دن میں نے یونہی گذارا۔

پولیس کا اجتماع

تھوڑی دیر کے بعد پولیس سے بھری ہوئی ایک لاری آئی۔ لیکن یہ "ٹوپک مار" (یعنی بندوقیں چلانے والے) تھے۔ اور جو میرے پاس پہلے سے موجود تھے۔ وہ "ڈنڈے مار" تھے۔ میں خاموش بیٹھا ان کا تماشا دیکھتا رہا۔ لاریاں آتی تھیں اور جاتی تھیں۔ جن میں پٹھان ہوتے تھے۔ وہ تو اُتر کر میرے پاس آجاتے تھے۔ پولیس کو یہ اچھا معلوم نہ دیتا تھا۔ لیکن اُسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور پٹھان ان کی پرواہ بھی نہ کرتے

تھے۔ کیوں کہ پٹھانوں کے دلوں میں پولیس کا خوف وہ نہیں رہا ہے
جو پنجابیوں کے دلوں میں ہے۔ ۶ بجے دو فرنگی آئے۔ اور سڑک
کے ایک کنارے پولیس کھڑی کر دی۔ اور دوسرے کنارے پر
خاردار ڈنڈے مار۔ سڑک بند ہو گئی اور ایک قسم کا تماشا لگ گیا۔
تاریں اور لکڑیاں بھی لگا دی گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کو
خدائی خدمت گاروں کے آنے کی خبر مل گئی تھی۔ اس لئے سڑک بند
کی جا رہی تھی۔

دو کھدر پوش

میرے ساتھ دو آدمی بیٹھے تھے۔ ایک کے سر پر کھدر کی اجمل
کیپ[1] تھی۔ فرنگیوں نے جب ان کو دیکھا۔ تو وہ برداشت نہ کر سکے
اور فوراً انسپکٹر کو بھیجا اور کہا۔ کہ ان آدمیوں کو علیحدہ کریں۔ چنانچہ
انسپکٹر نے اُن کو اُٹھنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا یہ نہیں اُٹھیں
گے۔ انسپکٹر نے کہا۔ کہ صاحب بہادر کا ایسا حکم ہے۔ میں نے کہا۔ جاؤ
اپنے صاحب بہادر سے کہو کہ جب میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ تو یہ یہاں سے
اُٹھیں گے۔ اور جب تک میں گرفتار نہیں۔ یہ کیسے یہاں سے اُٹھ سکتے ہیں؟
اس سوال و جواب کے بعد فرنگی میرے سامنے سے ہٹ کر علیحدہ ہو گئے۔
اور ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔

---

[1] جسے گاندھی ٹوپی کہتے ہیں۔ درحقیقت اس کا اصلی نام اجمل کیپ ہے۔ گاندھی تو ٹوپی ہی نہیں پہنتا۔

میری گرفتاری

کچھ دیر کے بعد انسپکٹر آیا اور کہا کہ صاحب بہادر کہتے ہیں کہ آپ گرفتار ہیں۔ آیئے اُٹھیئے۔ چنانچہ میں اُٹھا۔ اور لاری میں لے جا کر بٹھادیا۔ لاری روانہ ہوگئی اور ہم چند منٹ میں کیمبلپور پہنچے۔ اور میں نے جیل خانہ دیکھا۔ چونکہ میں تھکا ہُوا تھا اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس لئے خوش تھا کہ اب آرام کرونگا۔ لیکن لاری پولیس لائن میں پہنچ کر کھڑی ہوگئی۔ انسپکٹر اُتر کر لائن میں چلا گیا۔ اور قریباً آدھ گھنٹہ کے بعد آیا۔ لاری میں تیل ڈالا۔ اور پھر لاری دوسری طرف روانہ کردی۔ میں نے اس سے پوچھا نہیں۔ اس لئے کہ یہ میری عادت میں داخل نہیں۔ اور نہ ہی میں ان لوگوں سے ایسی باتیں پوچھا کرتا ہوں۔ ½۱۰ بجے ہم جنڈ پہنچے۔ تو لاری کی بتی خراب ہوگئی۔ شاید اگر یہ بات نہ ہوئی ہوتی۔ تو یہ رات بھی یونہی فاقے سے گذر جاتی۔ کیونکہ پولیس والوں سے معلوم ہوا کہ یہ غیبی اِمداد تھی۔ چنانچہ انہوں نے کچھ دودھ اور ایک چپاتی دی۔ ½۱۱ بجے یہاں سے ہم پھر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں پھر ایک جگہ بتی خراب ہوئی۔ بہر حال ہم رات کی تاریکی میں ½۱ بجے خوشحال گڑھ پہنچے۔ خوشحال گڑھ کا پل بند تھا۔ اور ان میں عقل نہ تھی۔ کہ وہ ان کو اپنے آنے سے پہلے خبر کر دیتے۔ کسی نے ہمارے لئے

دروازہ نہ کھولا۔ آخر ایک پولیس والا ریل کی پٹڑی پر چڑھا اور وہاں سے ٹیلیفون کیا ½ ۲ بجے نیچے اترا۔ اور مجھے ہمراہ لے گیا۔ سرحدی پولیس نے مجھے ایک چارپائی دی۔ میں اس پر سو گیا۔ اور پولیس والے مجھ سے رخصت ہو گئے۔

خوشحال گڑھ سے ایبٹ آباد کو

صبح اٹھا۔ تو پہلے میں نے نماز پڑھی۔ پھر میں خوشحال گڑھ کے گاؤں میں گیا۔ وہاں خدائی خدمتگاروں کے ساتھ چائے پی۔ میرا خیال تھا کہ رات کو گاڑی جائے گی۔ اس میں جاؤنگا۔ لیکن یہاں معلوم ہُوا کہ مال گاڑی جانے والی ہے۔ جس میں دو ڈبے سواریوں کے بھی لگے ہوتے ہیں۔ میں خدائی خدمتگاروں سے رخصت لے کر ان ڈبوں میں بیٹھ گیا۔ جب گاڑی جنڈ پہنچی۔ تو میں نے سٹیشن ماسٹر کو کہا کہ میرے پاس پیسے نہیں اور میں گاڑی میں بے ٹکٹ سفر کر رہا ہوں۔ اور جب گاڑی کیمبل پور پہنچی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی انسپکٹر میرے کمرے میں چڑھ آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب پھر کہاں ؟۔ اس نے کہا کہ آپ کے لئے آیا ہوں میں نے اپنے ساتھیوں سے اجازت لی۔ اور اس کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اسٹیشن پر بھاری ہجوم تھا۔ دو فرنگی اور بہت سی پولیس میری انتظار میں تھی۔ مجھے ایک فوجی لاری میں بٹھا دیا اور انسپکٹر

نے کہا۔ کہ میں آپ کو ایبٹ آباد لے جا رہا ہوں۔

کیا میں اتنا ہی بڑا بدمعاش ہوں؟

جب ہم ایبٹ آباد پہنچے۔ تو میں اڈے ہی میں لاری سے اُترنے لگا۔ مگر انسپکٹر نے کہا۔ کہ ابھی آپ نہ اُتریں۔ جب تک میں آپ کو پولیس کے حوالے نہ کر دوں۔ چنانچہ مجھے جوڑی کے تھانے میں لے جا کر پولیس کے حوالے کیا گیا۔ میں نے اس وقت اس سے کہا کہ "بے شک میں ایک بہت بڑا بدمعاش ہوں۔ جو پولیس کے حوالے کیا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی کو نقصان پہنچاؤں۔ پولیس کو تو میرا اتنا فکر تھا۔ کہ مجھے مقامی پولیس کے حوالے کیا۔ لیکن میں حکومت سے پوچھتا ہوں۔ کہ انہوں نے کبھی اُن لوگوں کو بھی پولیس کے حوالے کیا ہے جو ملک میں بدامنی پیدا کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں؟ اور جو لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ بدقسمتی حکومتوں کو ان لوگوں کا فکر اور خیال نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ اُس کو لوگوں کی تکلیف اور امن کی کیا پرواہ ہے۔ اُن کو تو ان لوگوں کا فکر ہوتا ہے۔ جن سے اُن کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ پٹھانوں کو چاہیئے کہ اس حقیقت کو سمجھیں۔

مرکز کی اہمیت

یہ تقریر خان عبدالغفار خان نے علاقہ اشنغر جنوبی علاقے کے پتہ غنیجاں اور رحیمہ کے خدائی خدمتگاروں کے ایک اجلاس میں ارشاد فرمائی۔ اس علاقہ کے لوگ نہایت غریب ہیں۔ لیکن اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ فخر افغان نے مرکز سردریاب کیلئے امدادی چندے کی ابتدا بھی یہاں سے کی۔

مرکز کی اہمیّت

میرے بھائیو! میں آپ لوگوں کے پُر خلوص اور محبت بھرے سپاسنامے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قوم کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک قومی مرکز کی ضرورت کس قدر اہم ہے۔ جس قوم کا کوئی مضبوط مرکز نہیں۔ وہ اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مرکز اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جس سے تمام قوم کو محبت ہو۔ اور اسے اپنا گھر سمجھتی ہو۔ اور وہاں سے جو احکام جاری ہوں۔ اس پر ساری قوم عمل کرنا اپنا فرض عین سمجھتی ہو۔ قوموں کے لئے ایک مرکز کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

پٹھانوں اور مغلوں کا زوال

ہندوستان میں جب پٹھانوں کا ایک مضبوط مرکز تھا۔ اور سب اس کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اس کے احکامات کی تعمیل بسروچشم کرتے تھے۔ تو ان کی حکومت تھی۔ لیکن جب انہوں نے مرکز کی مدد کرنا ترک کر دیا۔ تو یہ منتشر ہو گئے۔ اور ان کے ہاتھوں سے حکومت

جاتی رہی۔ اسی طرح مغلوں کو جب اپنے مرکز کی مدد کا خیال تھا۔ اس کے احکام کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ان کا مرکز مضبوط تھا۔ اور وہ ہندوستان کے حکمران تھے۔ لیکن جب مختلف صوبوں نے مرکز کی امداد سے انکار کر دیا اور علیحدگی اختیار کر لی۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ ملک پر فرنگی قابض ہو گئے اور مغلوں جیسی زبردست حکومت تباہ ہو گئی۔

بھولا ہوا سبق

میں چاہتا ہوں کہ آج آپ لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاؤں جب ہم نے تحریک خدائی خدمتگار شروع کی تھی۔ تو اعلان کیا تھا کہ اس کا مقصد پٹھانوں کے برباد اور ویران گھر کو آباد کرنا ہے۔ اور ان کو فضول رسموں اور رواجوں سے نجات دلانا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ پرانی رسموں سے تو قوم آزاد نہیں ہوئی بلکہ اور نئے رواجوں کے بوجھوں تلے دب گئی۔ ہم نے خدائی خدمت گاروں کے لئے یہ اصول بھی بنایا تھا۔ کہ جہاں یہ جمع ہو کر کوئی جلسہ وغیرہ کریں گے۔ وہاں کے لوگوں کے لئے بوجھ کا باعث نہیں بنیں گے۔ بلکہ اپنا ہی کھائیں گے اور اپنا ہی پیئں گے۔ مگر آج ایسا نہیں کیا جاتا۔ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ قوم کی خدمت درست اور صحیح طریق پہ کریں۔ میرا اس بات پہ پختہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ بغیر سچی خدائی خدمتگاری کے ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے۔ کہ میں نہ خود ہی غلط قدم اٹھانے کو کبھی تیار ہونگا۔ اور نہ ہی غلط لوگوں کو اپنا ساتھی بناؤنگا۔

خدائی خدمتگاروں کی اصلاح

میں چاہتا ہوں کہ خدائی خدمتگاروں کی اصلاح ہو۔ لیکن ایک آدمی تن تنہا اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کے ساتھ نیک و پاک اور بے غرض لوگوں کی جماعت کی امداد شامل نہ ہو۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں آپ لوگوں اور قوم کی کوئی خدمت انجام دوں۔ تو اس بارے میں میری امداد کیجئے۔ خدائی خدمتگار تحریک کوئی پیری مریدی کی تحریک نہیں اور نہ ہی اس کے ذریعہ لوگوں کو "شیخ" بنایا جاتا ہے۔ اور نہ ہی میں آپ لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ آنکھیں بند کر کے بھیڑوں کی طرح میرے پیچھے چلو۔ خدا نے آپ لوگوں کو عقل دی ہے اور اس سے کام لیکر میری باتوں پر غور و فکر کرو۔ اور جب یہ یقین ہو جائے کہ میری باتوں میں آپ لوگوں کے لئے دین اور دنیا کی بھلائی ہے تو اس پر مضبوط عقیدہ قائم رکھو۔ اور عمل کرو۔ کمزور عقیدے والے نہ دین کا کام کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دنیا کا۔

مضبوط فیصلہ کی ضرورت

آپ لوگ میرے متعلق بھی سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں اور مجھے دیکھیں کہ میں سچا خدائی خدمتگار ہوں یا نہیں۔ اور جو کچھ میں کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کی بھلائی کے لئے کرتا ہوں۔ یا اپنی ذات کے لئے۔ میں یہ اس

لئے کہتا ہوں۔ کہ جب تک لوگوں کو اپنے خدمتگار پر مضبوط عقیدہ اور اعتماد نہ ہو۔ دشمن ان کے دلوں میں طرح طرح کی باتوں سے شکوک اور غلط فہمی پیدا کر دیا کرتے ہیں۔

جب میں ۱۹۳۷ء میں چھ سال کی نظربندی و جلاوطنی اور قید و بند کے بعد وطن آیا۔ تو اور تو اور خود اکثر خدائی خدمتگاروں نے مجھ سے پوچھا

بادشاہ خان! کیا یہ سچ ہے کہ آپ گائے کو ذبح نہیں کرتے؟

میں۔ جواب دیتا۔ ہاں۔

پھر وہ کہتے کہ کیوں؟

میں ان سے جواب میں کہتا۔ اس لئے کہ میرا باپ قصائی نہ تھا۔

اگر آپ مضبوط ارادے اور عقیدے کے ساتھ سچی خدائی خدمتگاری کر سکتے ہیں تو بہتر ہے۔ ورنہ میں پہلے کی طرح خود ہی تنہا تمہاری خدمت کرونگا۔ اور مجھے اپنے خدا کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ہزاروں نام نہاد خدائی خدمتگاروں سے میں تن تنہا آپ لوگوں کی زیادہ خدمت کر سکوں گا۔

فخرِ افغان کی شخصیت

اور

سیاسیاتِ سرحد

"خان عبدالغفار خان نہایت فراخ دل اور بلند حوصلہ انسان ہیں۔ خدائی خدمتگاروں کو آپ سے اِنتہائی عقیدت ہے۔ اور آپ کو فخرِ افغان کہہ کر خوش ہوتے ہیں"

(مہاتما گاندھی)

خان عبدالغفار خان کی شخصیت

پنڈت جواہر لال نہرو کی نظر میں

خان عبدالغفار خان کی شخصیت میں صوبہ سرحد نے ایک عظیم الشان انسان پیدا کیا ہے۔ ایسا انسان جس پر تمام ہندوستان فخر کرتا ہے۔ اس نے سرحدیوں کو قعر پستی سے نکالا ہے۔ اپنی بے مثال قربانیوں سے نہ صرف سرحد بلکہ تمام ہندوستان کا سر بلند کیا ہے۔ خدائی خدمتگاروں کی فوج تیار کر کے کارہائے نمایاں دکھایا ہے۔ عدم تشدد ایک زبردست ہتھیار ہے۔ اس کو صرف بہادر اور دلیر انسان ہی چلا سکتے ہیں۔ سرحد کے غیور باشندوں نے خان عبدالغفار خان کی رہنمائی میں اس ہتھیار کو کمال بہادری کے ساتھ استعمال کیا۔

حکومت اور وزیرستان

میں اس دلیل کو درست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ حکومت نے برطانوی ہند سے اغوا کی جانے والی عورتوں کی عزت بچانے اور مستقبل

ہیں ایسے واقعات کا انسداد کرنے اور اس علاقے کے ہندوؤں کے جان و مال کی حفاظت کرنے کے لئے وزیرستان کی مہم شروع کی تھی۔ اِس لئے کہ حکومت کے سابقہ رویہ سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی حکومت اس کام پر کئی کروڑ روپیہ خرچ کرنا جائز سمجھتی ہے۔ لیکن وہ اس کام کو دیگر موثر ذرائع سے بھی انجام دے سکتی تھی۔ جو لوگ سرحد کی سیاسیات سے واقف ہیں۔ وہ اس بات کی شہادت دیں گے۔ کہ حکومت ہند برسوں سے اس پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اور برطانوی حکومت کے امپریلیسٹ مقاصد کے پیش نظر سرحد میں پیش قدمی کرتی رہی ہے۔

مسئلہ کا حل کیا ہے

اس میں شک نہیں کہ اس صوبے میں ہندو اور سکھ معمولی اقلیت میں ہیں۔ لیکن میں اس بات سے اتفاق نہیں رکھتا کہ انہیں اپنی حفاظت کے لئے دوسروں کا محتاج رہنا چاہیئے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ وزیر قبائل کے بعض لوگ ایسے وحشی ہیں۔ کہ وہ ایسے مذموم افعال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو ہمارے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ ان حملوں کو روکا کیسے جائے۔ میری رائے میں اس کا درست علاج یہ ہے کہ ان کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم کئے جائیں۔ اور باہمی اعتماد پیدا کیا جائے۔ فقیر اپی

اور دیگر سرکردہ وزیریوں نے جو چٹھی مجھے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے ان بے بنیاد الزامات کی تردید کی ہے۔ یہ خط مجھے صدر کانگرس کی حیثیت میں بھیجا گیا ہے۔ اور مجھے دعوت دی گئی ہے کہ میں اور دیگر کانگرسی لیڈران کے علاقہ میں جا کر اپنی آنکھوں سے حالات کو دیکھیں۔ اور معلوم کریں کہ ان الزامات کی حقیقت کیا ہے۔ انہوں نے اپنی اس چٹھی میں لکھا ہے کہ وہ اپنی آزادی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دینے کا عزم رکھتے ہیں۔ اور غیر مبہم الفاظ میں حملہ آوروں کے رویہ کی مذمت کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں نے اسلام اور قبائل کے نیک نام پر دھبہ لگایا ہے۔ میں اس بیان کی صداقت پر شبہ نہیں کر سکتا۔ فقیرایپی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو بہادر لوگ اپنی آزادی کی خاطر لڑ رہے ہوں۔ وہ ایسی وحشیانہ حرکات کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔

مسئلہ کا حل کون کر سکتا ہے

مجھے پورا یقین ہے کہ پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات نہ صرف حفاظت کے لئے بلکہ ہندوستان کی سیاسی ترقی کے لئے بھی ضروری ہیں۔ کانگرس نے بھی اس خیال کی تائید کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ کو صرف خان عبدالغفار خان پر چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ اسے کامیابی سے حل کر سکتے ہیں۔ برطانوی حکومت اس مسئلہ کے حل کرنے میں بری طرح ناکام

رہی ہے۔

ہندوؤں سے اپیل

مَیں ہندوؤں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اس علاقہ کو اپنا گھر سمجھیں۔ اپنے پڑوسیوں کے غم اور خوشی میں حصہ دار بنیں۔ اور حفاظت کے لئے اپنی جرأت اور طاقت پر بھروسہ کریں۔ میری لڑکی اندرا اگر کبھی اس ملک میں آئے۔ تو مَیں اُسے وزیرستان جانے کے لئے کہونگا۔ مجھے اس پر بھی اور اپنے پڑوسیوں وزیریوں پر بھی بھروسہ ہے۔

سرحد کا صاف دل پٹھان (پرنسپل چھبیلداس)

صوبہ سرحد کا پٹھان صاف دل انسان ہے۔ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ وہ اسی کو زبان پر لاتا ہے۔ ایک بار اگر اسے کسی اصول یا بات پر یقین آجائے۔ تو وہ اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ فخر افغان خان عبدالغفار خان نے پٹھانوں کی خصلت کی اس خوبی کو سمجھ کر ان میں حب الوطنی اور آزادی کی روح پھونکی ہے۔ سرحد کے پٹھانوں میں آزادی کی سچی تڑپ ہے۔ ان کی مہمان نوازی دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ ان کے خلوص کا پتہ صرف اس بات سے لگ سکتا ہے۔ کہ اگر آپ کسی جگہ بیٹھے ہوں۔ اور وہاں پچاس پٹھان داخل ہوں۔ تو ان میں سے ہر ایک آپ کے ساتھ ہاتھ ملائے گا۔ اور آپ کی خیر و عافیت دریافت کریگا۔ کانگریس کی

مقبولیت کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہندوستان کی بہادر اور غیرت مند قوم پٹھان نے اس میں شرکت پسند کی۔

خدائی خدمتگاروں کی خدمات

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا
(ممبر کانگریس ورکنگ کمیٹی)

گذشتہ ۱۷ برس سے کانگریس سرحدیوں کی جنگ آزادی سے پوری پوری ہمدردی ظاہر کر رہی ہے۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں تو سرحدیوں نے جنگ آزادی میں اس قدر سرگرم حصہ لیا کہ وہ اپنے صوبہ کو صفِ اوّل میں لے آئے۔ اس سلسلہ میں جو کام خان عبدالغفار خان اور ان کی جماعت خدائی خدمت گاروں نے کیا ہے۔ وہ ہندوستان کی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔

صوبہ سرحد میں مسلمانوں کی آبادی ۹۰ فیصدی کے قریب ہے۔ خان عبدالغفار خان نے غیور پٹھانوں کو آزادی کے جھنڈے تلے جمع کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ کانگریس مسلمانوں کی اتنی ہی ہے۔ جتنی ہندوؤں کی ہے۔ صوبہ سرحد میں جو سیاسی بیداری پیدا ہوئی ہے۔ اس کا اثر دوسرے صوبوں کے ہندو اور مسلمانوں پر بھی پڑھ رہا ہے اور وہ دن دور نہیں۔ جب دوسرے صوبوں کے مسلمان اور ہندو کانگریس کے جھنڈے تلے جوق در جوق جمع ہو جائیں۔

خان عبدالغفار خان شیر شاہ ثانی ہیں

ڈاکٹر سید محمود سابق وزیر تعلیم بہار

پٹھانوں نے آزادی کے لئے گولیاں کھائی ہیں۔ مگر پیٹھ نہیں دکھائی یہ جذبہ سرحد کے پٹھانوں میں خان عبدالغفار خان کی کوششوں سے پیدا ہوا ہے۔ خان عبدالغفار خان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ عدم تشدد کی تعلیم پھیلا کر پٹھانوں کو بزدل بنانا چاہتے ہیں۔ عدم تشدد کا مطلب نفس پر قابو پانا ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی۔ ۱۳ سال تک مکے میں صحابہ کرام پر مظالم ڈھائے گئے۔ مگر حضور نے خاموشی اور عدم تشدد سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور جب لڑائیاں لڑیں۔ تو مجبور ہو کر اور مدافعت کے لئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ وسلم سے کہا گیا کہ وہ اہل مکہ کی بربادی و تباہی کے لئے بددعا کریں۔ تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ یاد رہے کہ اس وقت مکے کے لوگ مسلمان نہ تھے بلکہ غیر مسلم تھے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا عرب کے لوگ جنہیں ہمارے ہادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم تشدد کی تعلیم دی تھی۔ وہ بزدل ہو گئے تھے۔ اگر نہیں تو خان عبدالغفار خان کے خلاف کیوں پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

قرآن کی تعلیم یہ ہے۔ کہ اچھا آدمی وہ ہے۔ جو برائی کا بدلہ برائی کی بجائے بھلائی سے دے۔ ایک مسلمان جو خدا اور اس کے کلام پر یقین رکھتا ہے۔ اسے کسی طرح بھی یہ خیال نہیں آسکتا کہ برائی کا بدلہ برائی سے دے بھلائی سے نہ دے۔ سب کو خان عبدالغفار خان کے اس قول پر عمل کرنا چاہیئے۔ کہ دشمنوں کو معاف کرو۔ کیونکہ خدا کے نزدیک وہی شخص محبوب ہے۔ جو برائی کا بدلہ نیکی سے دیا کرتے ہیں۔ سرحد کے پٹھانوں کی قربانیوں کی وجہ سے تمام ملک کے ہندو اور مسلمان انہیں سارے ملک کا محافظ سمجھتے ہیں۔ اور سرحد کے پٹھانوں کو یہ اعزاز ان کے رہنما خان عبدالغفار خان کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ ان کے بھائی ڈاکٹر خان نے بھی ایک معجزہ کیا ہے۔ یہ معجزہ وزارت چھوڑنے کا نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایک چپل کا پاؤں سے اتارنا شاید آسان نہو۔ لیکن وزارت کا چھوڑنا نہایت آسان ہے۔ ڈاکٹر خان کا یہ معجزہ رائے بہادر مہر چند کھنہ کے دل کو بدلنا ہے۔ اب رائے بہادر صاحب کا دل تنگ نہیں رہا۔ بلکہ اس قدر فراخ ہوگیا ہے۔ کہ اس میں ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے جگہ ہے۔ اور دونوں اس میں نہایت آسانی اور خوشی سے سما سکتے ہیں۔

مسلمانوں اور خاص طور پر پٹھانوں کو اس بات پر فخر ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں نیشنلزم کو پھیلایا ہے۔ اور اس کے سب سے پہلے بانی بھی مسلمان ہی ہیں۔ برادرانِ وطن ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اسے جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس

خیال کو سب سے پہلے شیر شاہ سوری نے پیش کیا تھا۔ انہوں نے نیشنلزم کے خیال کو اس قدر پھیلایا تھا کہ انگریز مؤرخوں کو بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا۔ یاد رہے یہ شیر شاہ پٹھان تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ دوسرے شیر شاہ خان عبدالغفار خان اس خیال کی تکمیل کریں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ۱۹۴۲ء کی تحریک کی وجہ سے کانگرس مر گئی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ سرحد کے پٹھانوں نے یہ ثابت کر دیا کہ کانگرس زندہ ہے۔

ہمارا بہادر رہنما خان عبدالغفار خان

جناب خان علی گل خان

۱۹۳۰ء سے پہلے ہمارا صوبہ سرحد سرزمین بے آئین کے نام سے مشہور تھا۔ اور ہم کسی قسم کی ذمے دار حکومت یا ابتدائی انسانی حقوق کے مستحق نہیں سمجھے جاتے تھے۔ لیکن برطانوی حکومت کا یہ ڈھونگ زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکا۔ قدرت نے ہم پسماندہ لوگوں کی خدمت اور بھلائی کے لئے ایک بہادر اور مخلص رہنما پیدا کر کے اس کے دل میں اپنے ہموطنوں کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ اور اس کو ایسی ہمت بخشی کہ حکومت وقت کا سارا زور و ظلم بھی اس کا سر نہ جھکا سکا اور یہ مردِ مجاہد اپنے پیرو کاروں کو کڑی منزلیں طے کراتا ہوا ہندوستان

کی آزادی کی طرف بڑھتا ہی گیا۔ یہ جوان مرد خان عبدالغفار خان ہیں جن کی قیادت پر صوبہ سرحد کے ہر فرد و بشر کو پورا اعتماد اور ناز ہے ۸ اگست ۱۹۴۲ء کے معرکہ خیز دن اور اس کے بعد کے دل ہلا دینے والی خبروں نے ہم کو ایک مشکل امتحان میں ڈال دیا۔ لیکن ہمارے مجرب رہنما خان عبدالغفار خان یہاں کے خاص حالات کی وجہ سے بمبئی والی میٹنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ اس لئے سرحد کانگریس نے تحریک چلانے کے تمام اختیارات آپ کے حوالے کر دیئے۔ اور آپ نے یہ ذمہ داری قبول کی۔

حکومت کے خلاف عملی جد و جہد کے لئے یہ طے کیا گیا کہ باوردی خدائی خدمت گار مختلف عدالتوں اور دوسرے سرکاری اداروں کے کام روکنے کے لئے جائیں۔ چنانچہ خدائی خدمت گار وہاں جاتے اور سرکاری ظلم و ستم سہتے۔ خود فخر افغان خان عبدالغفار خان ان سرکاری ملازموں کے ہاتھوں زخمی ہو کر بے ہوشی کی حالت میں ہری پور جیل میں پہنچائے گئے۔ غرض انتہائی مظالم حکومت کی طرف سے ہوتے رہے۔ مثلاً مردان میں پُرامن خدائی خدمتگاروں پر گولی کا چلنا۔ پشاور میں اُن کو موٹروں کے نیچے روندنا۔ اور سید اکبر کو لاٹھیوں سے مار مار کر شہید کرنا ایسے واقعات تھے۔ جو ہر انسان کو تشدد پر آمادہ کر سکتے تھے۔ لیکن پٹھانوں نے اپنے رہنما خان عبدالغفار خان کے ارشاد کے بموجب تمام اشتعال

انگیز کارروائیوں کا پُرامن طریقے سے مقابلہ کیا۔ اور دُنیا پہ واضح کر دیا
کہ کانگریس کے طریق کار یعنی عدم تشدد پہ پٹھان کس طرح قائم ہے۔

فخر افغان خان عبدالغفار خان!

ملک خدا بخش سابق سپیکر سرحد اسمبلی

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ فخر افغان خان عبدالغفار خان
کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو میں کہوں گا کہ وہ اپنے زخم لے
کر کانگریس میں داخل ہوئے۔ اور اُن کی قربانیوں اور مصائب انگیزیوں
کا یہ اثر ہو رہا ہے۔ کہ آج صوبہ سرحد کے لاکھوں باشندے اُن کے
اشارے پہ آزادی کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے لئے تیار ہیں۔
اُن میں قوت عمل ہے اور کسی سوسائیٹی کو اونچا لے جانے کے لئے
اس کے ممبروں میں عمل کی قوت ضروری ہے۔ ملاقات کرتے۔ ہاتھ ملاتے
اور باتیں کرتے وقت مسکراتے ہیں۔ عجب انداز سے چلتے ہیں۔
قدم تیز ہوتا ہے۔ مگر چھوٹا۔ اپنے کمرے میں خود جھاڑو دیتے ہیں۔
آپ کی زندگی نہائت سادہ ہے۔ سچ ہے کہ بڑے آدمیوں کی بڑائی
کسی قیمتی لباس کی محتاج نہیں۔

پٹھان صافگو اور ایماندار ہیں!

فخر افغان خان عبدالغفار خان چار سال کی جلاوطنی کے بعد ۲۵ر اگست کو سرحد کو جاتے ہوئے جب لاہور سے گذرے۔ تو آپ نے پریس نمائندگان سے کہا کہ :-

"پٹھان صاف گو اور ایماندار ہیں۔ وہ ڈپلومیسی نہیں جانتے راستی کے حامی ہیں۔ اور جھوٹ کے سخت خلاف ہیں۔ پنجاب کے کانگرسی کارکنوں کو چاہئے۔ کہ وہ آزادی کے محاذ کانگرس کو مضبوط کریں۔ اور محض آپس کی پارٹی بازی میں وقت ضائع نہ کریں"

22/11/60

ہم ہیں خدائی خدمتگار

اپنا وطن آزاد کرائیں —— آؤ! جوانو مل کے گائیں

ہم ہیں خدائی خدمتگار

زندہ باد عبدالغفار

جاگو جاگو۔ سونے والو —— وقت کو ناحق کھونے والو

ہم ہیں خدائی خدمتگار

زندہ باد عبدالغفار

اپنے ہوں یا بیگانے ہوں —— شمع وطن کے پروانے ہوں

ہم ہیں خدائی خدمتگار

زندہ باد عبدالغفار

آزادی ہے منزل اپنی —— حل ہوگی ہر مشکل اپنی

ہم ہیں خدائی خدمتگار

زندہ باد عبدالغفار

(جگت راج کنول عرف گورداسپوری)

لالہ نرائن دت سہگل نے امرت الیکٹرک پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام پنڈت دھرم چند بھارگو (پرنٹر) سے چھپوا کر شائع کی۔